اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین

(ترجمہ) اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے (وہ) ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہوگا

عجب رسوم ہیں دنیا میں دنیا داروں کی
گناہ کرتے ہیں اور طالب ثواب بھی ہیں

رسوم المسلمین

۱۳۶۲ھ

حسب فرمائش احباب

مؤلفہ خادم المسلمین ابوالمجد محمد عماد الدین محمد عفی عنہ تعلقدار مددگار و خلیفہ ملیناب مہتمم مبارک تعلقات

قیمت عہ/۸

مشیر دکن پریس

کیا آپ جانتے ہیں کہ

ہمارے مطبع میں ہر قسم کا کام نہایت
عمدگی کے ساتھ اور وقت کی
پابندی سے کیا جاتا ہے

انگریزی اردو، تلنگی ہندی میں
طباعت کا کام ہمارے یہاں کفایت
سے کیا جاتا ہے

ایک دفعہ ہماری خدمات بھی حاصل کیجیے

مشیر دکن مشین پریس گیگوڑہ حیدرآباد دکن

فہرست مضامین رسوم المسلمین

پیش لفظ

لاریب۔ بانیٔ شریعت بیضا نے جن اصولوں کو مرتب کر کے ہمیں دیا تھا وہ ایسے نہ تھے کہ ان پر عمل ہم کریں اور ان کی سریع الاثری سے بے خبر رہیں۔ اوراق تاریخ ہی نہیں بلکہ واقفانِ دین متین جانتے ہیں کہ انہی پاک اصولوں پر عمل کرنیوالے کیا سے کیا ہو گئے۔ صرف اسی وجہ سے آج ہم اپنی مایوسیوں، بربادیوں اور ان کی کامرانیوں و کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ وقت اور تھا۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ یہی وہ زبردست غلطی ہے جس نے ہمیں قعر مذلت میں ڈال دیا ہے۔ حالانکہ دین کامل حیات جاودانی رکھتا ہے۔ امتداد زمانہ اس کے اثرات کو کمزور نہیں کر سکتا۔ اس میں وہی اثر ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھا۔ مگر وائے افسوس ہماری کم عقلی پر کہ ہم نے تجسس سے گریز کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے دماغ سکون پسند ہو گئے ہمارا استعجاب ختم ہو کر رہ گیا۔ اور ہم نے اپنی اس کمزوری کا الزام مذہب کے پاک اصولوں پہ یہ کہکر رکھدیا کہ وہ فرسودہ ہو گئے ہیں۔ ایک نہیں بیس نہیں۔ ایک لاکھ نہیں بلکہ اب بھی کروڑوں بندگان خدا دنیا میں موجود ہیں جو صرف یہ جانتے ہی نہیں بلکہ اس پر تجربہ کامل رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے اُصول ایسے نہیں ہیں کہ مثل حدید کہنہ زنگ آلود ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اس ذات لایزال کے مرتب کئے ہوئے ہیں کہ جو کبھی نہیں مٹ سکتی اور نہ اس کا وعدہ کبھی جھوٹا ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے (وعدہ کی تصدیق میں تیرہ سو سالہ تجربہ شاہد ہے۔

کہ میرے مرتب کئے ہوئے اصول کبھی کسی انسان کے ہاتھوں متغیر نہ ہو سکیں گے۔

پھر یہ سب کچھ کیا ہے۔ حاملین اُصول کی ذلالت، گمراہی، فلاکت، بے راہروی کیا ان سب اسباب کا الزام خالق اُصولات مقدسہ پر رکھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ ہمارے اپنے ہاتھوں کی خریدی ہوئی مصیبتیں ہیں اور اپنے منہ سے مانگی ہوئی بلائیں جو آج ہم پر بے طرح مسلط ہو رہی ہیں۔ اور مر قسمہ بن کر ہماری آزادی سیاست اور ہمارے اطمینان کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ اس بلاؤں سے نجات کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ صرف ہم ان زرین اصولوں اور مقدس کتاب کو عمیق نظر سے دیکھیں سمجھیں مگر یہ ہوگا کس طرح؟ اس قسم کی سب کتابیں ہمارے لئے شارٹ ہینڈ (ابن کر رہ گئی ہیں۔ اس کا حل اس صورت میں سوچا جا سکتا تھا اگر ہمارے پاس شارٹ ہینڈ سمجھنے کی لغت ہوتی۔ ہمارے دماغ تو اس قدر ناکارہ ہو گئے کہ اس لغات کو بھی پڑھ نہیں سکتے۔ اب صرف اس کے حل کی ایک صورت باقی ہے کہ ہم اپنے آپ کو طالب علم خیال کرتے ہوئے اُن بزرگوں کے سامنے زانوے ادب تہہ کریں جو آج بھی مثل سابق ہر مقام پر دو چار نظر آتے ہیں۔ جس کو ہمارا نوجوان طبقہ "پرانے لوگ" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جن کی منور صورتیں ان کی تاریک آنکھوں میں تاریک دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہمیں دلیرانہ انداز میں تمام اعتراضات کے تصور سے بیگانہ ہو کر صراط غلط سے ہاتھ پکڑ کر

روک دیتے ہیں قابل مبارکباد ہے وہ زمین جہاں اب بھی ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں۔ مبارک ہے وہ قوم جس میں کوئی بھی ایسی برگزیدہ ہستی موجود ہے جو اس کو وقتاً فوقتاً احکام خداوندی کے تحت اس کے نیک اصول لیےہوئے قوانین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتی رہتی ہے۔ پوچھو اُن سے جن میں کوئی ایسی ہستی موجود نہیں۔ اگر ہے بھی تو وہ بھی معصیت سے کچھ نہ کچھ آلودہ ضرور ہے۔ اگر قوم سو فیصد ہے تو وہ ضرور پچیس فیصد ہوگی۔ آپ کے سامنے اقوام عالم موجود ہیں۔ ذرا دیکھئے۔ اُن کے حالات کا جائزہ لیجئے۔ وہ کس قدر بھٹکی ہوئی ہیں۔ کوئی جائے سکون ان کے لئے موجود نہیں۔ آپ کے لئے تو کہیں نہ کہیں سے آواز آہی جاتی ہے کہ وَاللّٰہُ مَعَکَ جس سے آپ کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بحال ہوجاتی ہیں۔ آپ کا سر ہزاروں بیقراریاں لئے ہوئے ہر جگہ نہیں جھکتا بلکہ آخرکار ایک ہی دروازہ پر گرتا ہے۔ مگر ——— اس آواز کے سننے کے لئے کان پیدا کیجئے اور اپنی توجہات کو اس طرف منعطف کر دیجئے پھر انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ ہی میں ایسے مقدس حضرات عمرؓ و خالد پیدا ہوں گے اور عثمانؓ و صدیقؓ ظاہر ہوں گے جو اسلاف کے خلف الصدق ثابت ہوں گے۔ اس وقت مسلمانوں کی معاشی حالت بوجہ رسومات غیر ضروریہ جس قدر خراب ہے وہ مخفی نہیں۔ اس سے ہر چھوٹا بڑا متاثر ہے مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے اسباب کیا ہیں۔ ہماری بدقسمتی سے اگر ہمارے ذہن میں کبھی اس کا علاج آبھی جاتا ہے تو وہ مزید اس مرض میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اس مرض کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ اس مرض سے متعلق نبض کی حرکات سے ہمارے عام طبیب بے خبر ہیں۔ وہ فاقہ کے مریض کو مزید فاقہ کرا کے علاج کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آگ کے جلے کو اور آگ میں جلا کر تدارک کی صورت پیدا کرتے ہیں آج ہر طرف اس قسم کے طبیب نظر آئیں گے۔ ان کی کم فہمی کا احساس ہر ایک مریض کے دل میں پیدا تو ہوتا ہے مگر اس سے گریز کرنے میں ہماری بزدلی اور کم ہمتی حائل ہوتی ہے عام مسلمانوں سے التجا ہے کہ وہ ہر ایسے طبیب کو پرکھنے کی کوشش کریں جو آپ کو صرف کتاب اللہ کی ظاہری جلد دکھا کر یہ کہتا ہے کہ — میں اسی کتاب میں سے نسخہ تجویز کروں گا۔ مگر آپ کو کتاب کھول کر نہیں دکھاتا کیونکہ جلد کے اندر وہ کتاب نہیں ہوتی جس کا نام جلد کے اوپر موجود ہے۔

حضرت مولانا ابو المجد محمد عماد الدین مجدد اُن بزرگان دین میں سے ہیں جو ایک طالب علم کی حیثیت سے دین فطرت کو جانچتے ہیں۔ اور اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے موجودہ امراض کی تشخیص فرمائی۔ اللہ کے فضل سے آپ کی تشخیص غلط نہیں۔ آپ نے جو رسوم المسلمین کو ان کی معاشی حالت کے خراب ہونے کا باعث گردانا ہے یہ آپ کی تشخیص کامل و استدلال جید کا بیّن ثبوت ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ بیمار قوم اس تدارک سے فائدہ حاصل کرے گی۔ اور مولانا محترم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انہیں اس بات پر مجبور کریگی کہ وہ اپنی دیگر تصانیف کو بھی جلد منظر عام پر لائیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ خدائے برتر مولانا محترم کی اس جائز محنت کا اجر عظیم اور اچھا ثمر عطا فرمائے (آمین) خادم قوم سید راشد البخاری

(جرنلسٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

اسلام نے اپنی سیدھی سادھی تکلفات سے بے نیاز معاشرت میں جو رسوم پیدائش سے مرتے دم تک جائز رکھے وہ اقتصادیات و معاشیات انفرادی کے دائرہ میں محدود ہیں۔ اگر ان کی پابندی کی جائے تو سیکڑوں کا صرفہ ہو نہ بجتا ورلال کی ڈگری اپنے اور سارے کنبے کی بدبختی کا باعث ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے پاس اخوان الشیاطین و معتوبین کی سیاہ فہرست میں داخل ہوں۔ یہہ طریقے ایسے سیدھے سادھے کہ کسی پر کچھ بار نہیں۔ اور مساوات بھی ایسی کہ وہی رسم ایک امیر بھی ادا کرسکتا ہے اور وہی ایک غریب بھی اور اگر پاس کچھ نہ ہو تو اس کی انجام دہی کا کوئی انقیاد نہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں حقیقتاً انسان کو تین ہی مراحل پیش آتے ہیں۔ پہلے پیدائش دوسرے شادی۔ تیسرے موت۔ اور ان

تینوں کے لئے شریعت نے علیٰحدہ علیٰحدہ احکام صادر فرمائے ہیں ۔مگر اس وقت مسلمانان ہند کے پاس پیدائش کے قبل سے جو رسوم شروع ہوتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی نت نئے انداز و طریقہ سے جاری رہتے ہیں۔ اگر اس پر ان سے کوئی کہے کہ یہہ رسوم خلاف شرع ہیں تو جواب ملتا ہے کہ دنیوی کاروبار میں شریعت کو کیا دخل ہے مگر ان کا یہہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ بانیٔ اسلام علیہ السّلام نے بلحاظ بشریت دنیاوی کاروبار و اُخروی ہر ایک چھوٹے بڑے کام اور اس کی انجام دہی کا طریقہ بتلا دیا۔ مثلاً معاشرت میں کھانے پینے پہننے اوڑھنے ۔خوشی غمی عید برات وغیرہ کے احکام ہیں تو سیاسیات میں ملک گیری ۔ ملک داری ۔ رعایا کی دادرسی وغیرہ کے طریقہ بتلائے ۔ اور عبادات میں نماز روزہ ۔ حج ۔ زکواۃ ۔مگر اس میں فی زمانہ سیاست تو سیاست کے ہاتھ میں ہے البتہ احکام معاشرت و عبادت کی پابندی ہر مسلمان پر فرض و لازم ہے ۔

دین اکمل کی معاشرت میں حیات سے ممات تک ہر چھوٹی بڑی ضرورت اور اس کے ارتفاع کے سہل الحصول طریقہ مدون و موجود ہیں واحسرتا! کہ اس کی جانب کوئی متوجہ نہیں بلکہ اُلٹے چھٹی ۔ چھلہ ۔ جھولے کی رسم ۔ بسم اللہ پابندی سے مناتے اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کیا ۔ برادری و احباب میں نام کیا ۔ حالانکہ شرعاً یہ رسوم جائز نہ ان کا کھانا یا کھلانا جائز بلکہ ان خرافات کا ادا کرنا اسوۂ حسنہ نبی کریم صلعم

کی صریح خلاف ورزی اور شرک فی الرسالت ہے ۔ ؎

نامِ حضرتؐ پہ انگوٹھے چومیں حکمِ حضرتؐ سے ہیں دل سے بیزار (شہید وہلی)

چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشادِ مبارک ہے کہ

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ

(ترجمہ) یعنی جو چیز (حکم) تمہارے رسول تم کو دیں بس لے لو (قبول کرکے اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے تم کو منع کریں بس اس کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اگر مسلمان مادشما کے رسوم کو چھوڑ کر اپنے مذہبی رسومات کی پابندی کریں تو یقیناً دنیا میں غریب امیر اور امیر امیر الامراء ہو جائیں اور عاقبت میں اتباعِ سنتِ نبوی سے اپنے آقائے نامدارؐ کے ہم رکاب جنت میں رہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ

یعنی جس نے میری سنت کو دوست رکھا (عمل کیا) بس بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

راہِ سُنت یہی ہے کہ رسول اکرم صلعم نے اپنی حیات طیبہ میں بمعاشرت جیسے کھائے پئے، پہنے اوڑھے۔ رسوم پیدائش و شادی غمی انجام دیئے۔ عید برات منائے۔ ملے جلے۔ آداب اخلاق سے پیش آئے۔ بعبادت نماز، روزہ۔ حج و زکوٰۃ ادا فرمائے۔ غرض زندگی کے ہر شعبہ میں جو جو کام آپ سے صادر ہوئے اُن کو اپنا نمونہ قرار دے کر اوسی نمونہ کے موافق چلتے

ہی کام کرنا اور اُسی نمونہ کو جناب باری تعالیٰ شانہ نے بھی پسند فرماکر ارشاد فرماتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ترجمہ۔ تمہارے لئے پیروی کا ایک بہترین نمونہ رسول اللہ میں ہے۔

شمع رسالت کے پروانے (صحابۂ کرام رض) نہایت شدت سے راہ سنت کی پابندی کرتے تھے جس کی وجہ سے دنیا میں مالا مال اور آخرت میں جنت کی بشارتوں سے خوشحال رہے اور ان کے بعد تابعین رض و تبع تابعین رح بھی ادائے سنت کے دلدادہ رہے وہ بھی مشرق سے مغرب و جنوب سے شمال تک قابض و متصرف اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شمار کئے گئے اور اس کے بعد سے جیسا جیسا زمانہ گذرتا گیا ویسا ویسا بجائے طریقہ سنت کے بدعات اور ایرے غیرے و من گھڑت رسوم جگہ پاتے گئے۔

اور اب تو مسلمانان درگور مسلمانی درکتاب کوئی مسنون رسم ادا ہوتے نظر نہیں آتی۔ حالانکہ ایسے خلاف ورزیوں کے متعلق اللہ جل شانہ کا سخت عتاب صادر ہے کہ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝ ترجمہ۔ جو شخص رسول ؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا چھوڑ کر دوسرے طریقہ پر چلے گا تو ہم اس کو جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ جانے کی بُری جگہ ہے۔ اس سخت دھمکی سے کلیجہ دہل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے

سچی بات تو یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اتباع سنت کو خیرباد کہا

اس وقت سے وہ خیر و برکت ہی نہیں اُٹھ گئی بلکہ افلاس وادبار نے نہیں چاروں طرف سے ایسا دبوچا کہ سر نہیں اُٹھا سکتے اور وہ وہ مصائب و آلام پیش آرہے ہیں کہ دنیا ہی اون کے لئے جہنم سے کچھ کم نہیں اور پھر اُس پر یہ عتاب خداوندا تیری پناہ -

اے اُمتِ مرحومہ کے فرزندو۔ تم کو خداوند تبارک وتعالیٰ نے کیسے کیسے ملک و مال واعزاز و مراتب سے سرفراز فرمایا کہیں تو تم کو خیر اُمت کے لقب سے اور کہیں تو تم کو علمی ذمہ داری کی وجہ شاہد سے مخاطب فرمایا۔ اس اعزاز کے بعد یہ دھمکی شرم! شرم!! شرم!!!

پس اب خواب غفلت سے بیدار ہو ابھی وقت باقی ہے بہت کچھ کر سکتے ہو اُٹھو اور بہت جلد اُٹھو اپنے ہر کام کو میزان سنت میں تولو جہاں کہیں کمی زیادتی ہے وہاں سُنت کی تکمیل پوری کرو اور ہر سنت کی ایک بات پر نظر رکھکر دل سے پابندی کرکے سلف الصالحین کے خلف الصدق بن جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے اعزاز بحال رکھنے کا صرف یہی ایک طریقہ (راہ سنت ہے) اس کے بعد دیکھو گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تمہارے پاسنگ میں بھی نہ آئے گا ؎

مسلماں کی نظر میں قدر سنت کا ہر نقطہ ÷ دل دانش ہی نجم سعد ہی مہر سلیماں ہے

(الف) پیدائشی رسوم

(۱) بچہ پیدا ہونے کے بعد نہلانا۔

سلیمان بن عامر الضبی رضؓ نے آنحضرتؐ کو فرماتے سُنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے تو اس کے طرف سے خون بہاؤ اور بالوں وغیرہ کی گندگی دور کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ) و نیز بخاری

یہہ حدیث شریف ایسی جامع ہے کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے کے بعد چونکہ ماں کے پیٹ سے خون و رطوبت میں لت پت پیدا ہوتا ہے۔ نہلانے کا حکم مترشح ہے کہ غلاظت کس کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور بعدہٗ عقیقہ اور مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ تو اپنی کتاب الحقوق و فرائض کے حصہ دوم صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں کہ ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

(۲) نہلانے کے بعد بچہ کے کان میں اذاں دینا۔

جناب رافعؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا امام حسنؓ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ نے اُن کے کان میں اذان فرمائی (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ

مسند ابو العلیٰ موصلی میں سیدنا امام حسینؓ سے منقول ہے کہ جس کے پاس لڑکا پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں (پوری) اذان اور بائیں کان میں (پوری) تکبیر کہی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بچہ مرض ام الصبیان سے

محفوظ رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنا بادی النظر میں ایک بے جوڑسی بات معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر ذرا غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہی تو تنگی رحم وغیرہ کی تکلیف سے مضمحل اور تمام اعصاب پست رہتے ہیں جب تک کوئی آواز نہ کی جائے نہ وہ کھلتا اور نہ ہاتھ پاؤں مارکر روتا ہے۔ اس لئے کوئی تو بندوق سر کرتا ہے تو کوئی تھالے اور ٹین کے ڈبے پیٹ کر آوازیں کرتا ہے تاکہ بچہ آوازوں کی طرف متوجہ و مائل ہو کر ہاتھ پاؤں مار کر روئے مگر بجائے ان خرافات کے بمصداق ہم خرما و ہم ثواب اسلام یہ سکھاتا ہی کہ بچہ کے کان میں جیسے نمازوں کے لئے اذان دیجاتی ہے دیجائے تاکہ اس مقدس صدا سے بچہ کے اوسان ٹھکانے لگیں۔

اذان بھی ایک قسم کا تفاؤل ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے خدا کی توحید اور رسالت کی تصدیق کی آواز پہونچتی ہے جن پر اسلام کا دارو مدار ہے جس سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بڑا ہونے کے بعد اس کا معتقد بنا رہے گا۔ یہ تجربہ ہے کہ جن کے کان میں حسب طریقہ سنت اذان و تکبیر کہی گئی ہے وہ بڑے ہونے کے بعد صحیح طریقہ سے کلمہ طیبہ و قرآن مجید پڑھتے ہیں اور جن کے کان میں اذان نہیں دیگئی یا جو نومسلم ہیں اون سے کلمہ طیبہ کے الفاظ بھی صحیح نہیں نکلتے۔

تحنیک و تبریک یعنی بچہ کے تارخ میں پینڈ کھجور چبا کر لگانا اور

بچہ کے حق میں دعا کرنا۔

ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت کوئی بچہ حضور انورؐ کے حضور میں حاضر کیا جاتا تو آپ دعا برکت یعنی بارک اللہ علیک فرما کر تحنیک فرمادیا کرتے۔ **توضیح**: تحنیک اس کو کہتے ہیں کہ (پینڈ) کھجور یا کوئی اور میٹھی چیز کوئی نیک بخت مسلمان چبا کر بچہ کے حنکِ اعلیٰ میں لگا دے۔

بی بی اسمار بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ جب کہ عبداللہ ابن زبیرؓ قبا میں پیدا ہوئے تو ان کو میں نے آنحضرتؐ کے گود میں دے دیا اور آنحضرت نے کھجور طلب کر کے دہن مبارک میں چبا کر عبداللہ بن زبیرؓ کے تارخ میں لگا دیا اور دعا برکت بارک اللہ علیک یا علیہ فرمایا (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

تحنیک طبی اصول پر ایک قسم کا میٹھا ملین یا مسہل ہے جس سے وہ فضلہ جو وضع حمل کے پہلے بچہ کے معدہ میں جمع رہتا ہے خارج اور جس سے بچہ کا معدہ صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں بچہ کی پہلی غذا شہد اور بعدہٗ ایرنڈی کا تیل چٹاتے ہیں اس تدبیر سے بچہ کے معدہ میں جو فضلہ ایام حمل کا رہتا ہے وہ خارج ہو جانے سے بچہ تندرست رہتا ہے۔

تحنیک بھی ایک قسم کا تفاؤل ہے کہ بچہ بڑا ہونے کے بعد شیریں کلام ہوگا اور میٹھی میٹھی باتیں کر کے لوگوں کے دلوں کو لبھائے گا اور جو بات کہے اس کا اثر سامعین کے قلوب میں پیدا ہوگا۔

بچہ کے حق میں دعا برکت کیلئے دعوت

ایسے موقع میں بلا کسی اسراف کے اپنے چند مقدس احباب کو مدعو بھی کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ بچہ کے حق میں دعا برکت کریں۔ چنانچہ معاویہ بن قرہ رضؓ کہتے ہیں کہ جب انہیں ایاس پیدا ہوئے تو انہوں نے چند اصحاب رسول اللہ صلعم کی دعوت کی اور وہ حضرات رضؓ کھانے کے بعد بچہ کے حق میں دعا برکت فرمائی اس کے بعد خود معاویہ رضؓ نے کہا کہ اے حضرات اللہ تعالیٰ آپ کی دعا میں برکت دے۔ اب میں دعا کرتا ہوں آپ حضرات آمین فرمائیں۔ چنانچہ خود معاویہ رضؓ نے بچہ کے حق میں دین اور عقل (دنیا) کی دل کھول کر خوب دعائیں کیں اور اصحاب رسول اللہ صلعم آمین کہتے رہے۔ چنانچہ معاویہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایاس میں ان دعاؤں کے اثرات پائے جاتے ہیں (ادب مفرد بخاری شریف)

عقیقہ ۔ عقیقہ عق سے مشتق ہے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں جیسے سفیدی صبح ظلمت شب کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ اُسی طرح بچہ کی حجامت سے اُس کا سر بھی ظلمت نحس بالوں سے صاف و پاک ہو کر ظاہر ہوتا ہے اور اصطلاح میں عقیقہ اُن بالوں کا نام ہے کہ بچہ کے سر پر بوقت پیدائش ہوتے ہیں جو ساتویں دن بچہ کی جانب سے بکرا ذبح کر کے مونڈے جاتے ہیں اسی سبب سے مجازاً عقیقہ اس بکرے کو بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ کے سر مونڈنے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔

رسم عقیقہ کب سے جاری ہوئی؟

بریدہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایام جہالت میں ہمارے یہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو بکرا ذبح کر کے اس کا خون بچہ کے سر پر لگا دیا جاتا ہے۔ اور جب ظہور اسلام ہوا تو ساتویں دن بچہ کا سر مونڈا اور بکرا ذبح کیا جاتا اور سر کو زعفران لگائی جاتی ہے۔ ابوداؤد شریف میں اسی ساتویں روز نام رکھائی کا بھی حکم زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ رسم قبل از اسلام رائج تھی اور بعد طلوع آفتاب اسلام بانیٔ اسلام علیہ السّلام نے (غالباً) اس رسم کو سیاسی نقطہ نظر سے ملاحظہ فرما کر بمصداق خُذْ مَا صَفَاءَ وَدَعْ مَا كَدَرَ یعنی اچھی چیز لے لو اور بری چیز چھوڑ دو۔

اپنے یہاں بھی مرعی رکھا مگر فرق اتنا فرما دیا کہ بجائے بکرے کا خون نجس و متعفن و سر کو لگانے کے زعفران جو مفرح و خوشبودار و گرم ہے پانی میں گھول کر بچہ کے سر کو لگانے کا حکم دیا اور ادائی رسم کے لئے روز پیدائش سے سات روز کی میعاد مقرر فرما دی تاکہ بچہ فی الجملہ سردی و گرمی کی صلاحیت اور حجامت کا متحمل ہو سکے اگر ساتویں روز عقیقہ موانعات سے نہ ہو سکے تو امام شافعیؒ و امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چودھویں اکیسویں اٹھائیسویں دن اور ایسا ہی آیندہ اسی روز کے حساب سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بعد از ظہور نبوت (احتیاطاً) اپنا عقیقہ آپ فرمالیا۔

عقیقہ کیا ہے؟

امام محمدؒ نے اپنی موطے میں لکھا ہے کہ عقیقہ رسوم جہالت کے منجملہ ایک رسم تھی جو اوائل اسلام میں بھی رائج رہی اور بعد اجرائی احکام قربانی یہہ رسم منسوخ کر دی گئی۔ مگر تینوں اماموں کے نزدیک عقیقہ سنت اور امام احمدؒ کی روایت سے تو واجب ہے۔ چنانچہ سلمان بن عامر ضبیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عقیقہ کرنا سُنّت ہے۔ پس بچہ کے طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اور اُس کے سر کے بال اور میل وغیرہ دور کیا جائے۔ (بخاری شریف)

عقیقہ کی ذمہ داری ماں باپ کے سر پر

حسن بصریؒ سمرہؓ سے سُن کر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے معاوضہ میں گرو (رہن) ہے پس ساتویں دن (جانور) ذبح کیا جائے۔ اور اُس بچہ کا سر مونڈا جائے۔ اور نام رکھا جائے۔ (ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے) (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

توضیح۔ لڑکا معصوم و غیر مکلف ہے اس کا ارتہان کیا معنی؟ (اسکے معنے) یہ بیان

کیئے گئے ہیں کہ جب تک عقیقہ نہ کیا جائے بچہ نہ ماں باپ کا شفیع ہوگا اور نہ اس کے بھلائی کا کوئی نفع والدین کو ملے گا اور نہ صحت وسلامتی نصیب ہوگی اور نہ آفات وبلیات سے نجات ملے گی پس والدین کو چاہیئے کہ بچہ کا عقیقہ وقت مقررہ پر ادا کرکے فائدہ اٹھائیں۔

احکام عقیقہ

ام کرزؓ سے مروی ہے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کے طرف سے ایک بکری یا بکرا ذبح کیا جائے۔

(مشکواۃ شریف باب العقیقہ)

ابوداؤد شریف ونسائی شریف میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کے پاس بچہ پیدا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ اس کے طرف سے قربانی ادا کی جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں یا دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری یا ایک بکرا۔ (ترمذی شریف باب العقیقہ)

سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسینؓ بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے سن کر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے سیدنا حسنؓ کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح فرمائی اور بی بی فاطمہؓ (صاحبزادی) کو فرمایا کہ بچہ کا سر منڈوا کر بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔ چنانچہ بی بی فاطمہؓ نے حکم کی تعمیل فرمائی اور بال جو تولے گئے تو ایک درہم یا درہم

سے کچھ کم تھے۔ **نوٹ**:- درہم سوا تین ماسہ کا ہوتا ہے۔(ترمذی شریف باب العقیقہ)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے سیدنا امام حسنؓ وسیدنا امام حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا مگر نسائی شریف کی روایت میں دو دو دنبہ بیان کئے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

احادیث مصرحہ بالا میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی نہ کھائیں اور ادھر بکرا ذبح کیا جائے اور ادھر بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے دائی و نائی کو سر اپایا بھی وغیرہ مقررہ دئے جائیں یہ سب من گھڑت باتیں لغو ہیں۔ خوشی سے عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کھا سکتے ہیں۔

دائی و نائی چونکہ یہ خدمت گذار ہیں انہیں بلحاظ خدمت کچھ گوشت وغیرہ دیا جا سکتا ہے اور ساتویں روز بچہ کا سر منڈا اور آگے پیچھے اسی دن بکرا ذبح کیا جا سکتا ہے دونوں کام آن واحد میں شروع ہونے کی ضرورت نہیں۔

لڑکے کے طرف سے دو بکرے یا مینڈھے یا دنبے خواہ نر ہوں یا مادہ اور لڑکی کی جانب سے ایک ذبح کئے جائیں گے۔ لڑکے کے لئے نر اور لڑکی کے لئے مادہ کی خصوصیت نہیں ہے۔

کوئی غریب ہے جس کو لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کرنے کا مقدور نہیں ہے تو وہ عقیقہ میں ایک بکرا ہی ذبح کر سکتا ہے۔ اگر بالکل

محتاج ہے تو عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ بچہ کے بال و ناخن بدل عقیقہ ہوں گے جیسا کہ قربانی میں مذکور ہوا۔

عقیقہ کا بکرا یا بکری صحیح و تندرست اور بے عیب ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ تختہ جانوران قربانی میں لکھا گیا ہے۔ دعائیں[1] بوقت ذبح وہی پڑھی جائینگی جو قربانی میں پڑھے جاتے ہیں غرض عقیقہ میں وہی احکام ملحوظ رہینگے جو قربانی میں صادر ہوئے ہیں۔

عقیقہ کا کچا گوشت مثل قربانی کے گوشت کے خیرات و تقسیم کیا جاسکتا ہے یا پکا کر اندر باہر کے لوگ کھا سکتے ہیں مگر امام شافعیؒ تو میٹھا گوشت پکا کر فقیروں کو کھلا دینا تفاؤل سمجھتے ہیں۔

احکام نام رکھائی

رسم نام رکھائی بھی ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ہی ساتھ ہونی چاہیئے یہ رسم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چلی آ رہی ہے جب آپ ظہور میں آئے تو خداوند تبارک و تعالیٰ نے آپ کو آدم (علیہ السلام) اور آپ کی بیوی کو حوا (علیہا السلام) کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ نام ایک عمدہ ذریعہ شناسائی کا ہے جہاں نام لے لیا کہ اس کی پوری ماہیت ذہن میں آ گئی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم تاکیداً ارشاد فرماتے ہیں کہ بچوں کا

---

[1] دعا ذبح اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ یا یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ھٰذِہٖ عَنْ (نام لے)

اچھا نام رکھو کیونکہ دنیا و دین میں بچہ اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے باب الاسامی کی فصل دوم میں ابی دردا رض سے مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ قیامت میں اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہذا اچھے نام رکھو۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۱) اچھے نام

اچھے نام رکھنے کے متعلق ابی وہب جشمی رض سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچوں کے نام رکھو۔

(الف) انبیا علیہ السلام کے ناموں پر جیسے موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم وغیرہ

توضیح۔ آنحضرت ؐ کے اسمار گرامی پر بچہ کا نام رکھنا نہایت احسن و مستحب ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ جس بچہ کا نام آنحضرت ؐ کے نام نامی پر رکھا جاتا ہے وہ بچہ از بس نیک و خلیق و شیریں زباں ہوتا ہے ؎

لب چمٹ جاتے ہیں کہتا ہی محمد جو کوئی ؛ اور اس نام سی بڑھکر ہمیں میٹھا کیا ہی۔

(ب) بہترین وہ نام ہیں جو کہ عبدیت کیساتھ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں جیسے عبداللہ و عبدالرحمٰن وغیرہ۔

(ج) یا جو نام مطابق حال و واقعہ کے ہو جیسے حارث یعنی کسب کرنیوالا۔ ہمام یعنی ارادہ کرنیوالا۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)

اس میں شک نہیں ہے کہ بعض مسلمان اپنے بچوں کے نام اسمائے مبارک

انبیاء علیہ السلام پر رکھتے ہیں مگر لاڈ پیار سے بجائے ابراہیم کے ابرو میاں اور بجائے محمدؐ کے ممو میاں پکار کر نام بگاڑ دیتے ہیں یا بعض وقت غصہ میں حقارت سے برا بھلا کہدیا کرتے ہیں جو نہایت گستاخی و بے ادبی ہے اور علاوہ اس کے ان مبارک ناموں کے اثرات بچہ میں آتے ہیں مگر نام کے بگڑ جانے سے وہ اثرات بھی زائل ہو جاتے ہیں لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کا ضرور خیال واحتیاط رکھیں۔

۵۔ بہترین وہ نام ہیں کہ جو عبدیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں۔ اس کے نسبت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ و عبدالرحمن ہیں۔ (مشکواۃ شریف باب الاسامی)

مگر افسوس ہے کہ فی زمانتا دیکھا جا رہا ہے کہ پہلے تو ایسے نام ہی کم رکھے جاتے ہیں اگر رکھے بھی گئے تو بچہ ہوشیار ہو کر باہر چلنے پھرنے لگا یار احباب نے بجائے عبدالرحیم و عبدالکریم کے صرف رحیم و کریم پر حصر کر دیا۔ پورا نام لیکر نہیں پکارتے۔ حالانکہ رحیم و کریم اسماء الحسنی میں شریک ہیں صرف رحیم یا کریم کا پکارنا گویا اللہ ہی کا پکارنا ہے چنانچہ عزیز والی حدیث (جو آگے آنے والی ہے) میں آنحضرتؐ نے صرف عزیز پکارنے سے منع فرما کر عبدالعزیز بدل دیا اور فرمایا کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایسے رحیم و کریم پکارتے جانے والے دونوں خواہ مخواہ شرک فی الاسماء الٰہی کے مرتکب ہو رہے ہیں (اللھم احفظ) لہذا عبدالکریم و عبدالرحیم کو چاہیئے کہ جب کوئی انہیں

رحیم یا کریم پکارے تو اُسے سمجھا دیں کہ بھیا ہمارا نام عبدالرحیم یا عبدالکریم ہے۔ رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کے اسما ہیں۔ ہم اس کے بندے ہیں اس پر بھی رحیم و کریم پکارا جائے تو جواب نہ دیا جائے۔ اگر اس پر بھی کوئی پکارے تو خدا کے واسطے ذرا سنجیدگی سے کام لیں تو اُمید ہے کہ اس تدبیر سے یار احباب عبدالرحیم یا عبدالکریم پکارنے کے عادی ہو جائیں گے۔

۲- اسی طرح بچیوں کے نام امتہ اللہ و امتہ الرحمٰن و مریم و عائشہ و فاطمہ وغیرہ رکھے جا سکتے ہیں۔

(۲) بُرے نام

برے نام وہ ہیں کہ جن کے معنوں میں شرک یا بد فالی، معصیت و خودستائی نکلتی ہو جیسے عاصیہ و عاصی و فلاح و رافع و نافع یا ایسے ویسے نام جیسے پتھرو میاں، گھسڑو خاں وغیرہ بدترین وہ نام ہیں کہ جن میں کبر و نخوت ظاہر ہو جیسے ملک الملوک یا شاہنشاہ وغیرہ چنانچہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بدترین ناموں کا قیامت میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص ہو گا کہ جس کا نام شہنشاہ یعنی بادشاہوں کا بادشاہ ہو بادشاہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں وہی ایک ذات پاک شاہنشاہی کے لائق ہے۔

الف- اگر ایسے نام کسی مرد یا عورت کے ہوں تو ان کا بدل دینا بھی

سُنّت ہے جیسا کہ بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرتﷺ کسی کا بُرا نام سنتے تو اوس نام کو بدل دیا کرتے جیسے ایک شخص کا نام اسود (کالا) تھا تو آپ نے ابیض (گورا) بدل دیا۔ اور ایک شخص کا نام عزیز تھا تو عبدالعزیز رکھ کر فرمایا کہ عزیز تو اللہ کے ناموں سے ایک نام ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کنیت

وہ نام جس کے اول مرد کے لئے اَب اور عورت کے لئے اُم لگایا جاتا ہے۔ جیسے مردوں کی کنیت ابو ہریرہ و ابوالحسن وغیرہ، اور عورتوں کی کنیت ام کلثوم و ام سلمہ وغیرہ۔ جس نام پر اَب و اُم لگا یا جائے خواہ وہ نام اولاد کا ہو یا نہ ہو اور یہ کنیت پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے رائج ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابوالبشر یعنی آدمیوں کے باپ اور یہ کنیت انہی حضرت کے لئے مخصوص ہے ماوشما اس کے مستحق نہیں اور ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ مگر آنحضرت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے اپنی کنیت و نام ایک جگہ جمع نہ ہوں چنانچہ جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تم میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھو۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)

ایسی کنیت نہ رکھی جائے کہ جس سے بوئے شرک آئے۔ چنانچہ شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد جن کی کنیت ابوالحکم تھی۔

دربار رسالتؐ میں باریاب ہوئے تو آنحضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری کنیت ابو الحکم کیسی رکھی گئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میری قوم میں جب کوئی جھگڑا فساد برپا ہوتا ہے تو فریقین میرے پاس رجوع ہوتے اور میرے حکم پر راضی ہو جاتے ہیں اس لئے میری کنیت ابو الحکم قرار پائی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم آئندہ سے اپنی کنیت ابو شریح رکھو کیونکہ حکم کی ابتدا و انتہا اللہ تعالیٰ کے طرف منسوب ہوتی ہے اور اس کا حکم کوئی نہیں روک سکتا۔ اور وہ حکم پر از حکمت ہوتا ہے۔ یہ خاص صفت اللہ جل شانہٗ کی ہے (اس پر آب لگا کر اپنی کنیت کر لینا نہایت بے ادبی اور داخل شرک ہے۔) (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)

(۶) رسم ختنہ

ختنہ کے لغوی معنی عضو تناسل کے سامنے کی کھال کاٹنے کے ہیں۔ جو حضرات علم طب خصوصاً فن تشریح کے تعلیم یافتہ ہیں وہ ختنہ کے حسن و قبح ہم سے زیادہ بتلا سکتے ہیں۔ مگر تائید غیبی ہمارے شامل حال ہو تو ہم بھی کچھ کچھ نفع و نقصان دینوی و اخروی اپنی معلومات سے بتلائیں گے۔

ختنہ نہ ہونے سے دنیا کا نقصان

جن کے ختنہ نہیں ہوتے اون کے حشفہ کے اطراف یہ ناپاک کھال
بشکل غلاف چمٹی رہتی ہے جہاں پانی سے صفائی ممکن نہیں جس سے اس نازک
مقام کے تحتی کناروں پر سفید چھوٹے چھوٹے دانے پیدا ہوجاتے ہیں جس سے
بسا اوقات خراش لاحق حال رہتی ہے اور جب دیکھو ہاتھ کھجلاتے ہوئے
وہیں نظر آتا ہے۔

پیشاب کی نالی پیچدار واقع ہونے سے پیشاب وغیرہ اس نالی سے
جیسا چاہیئے ویسا خارج نہیں ہوتا بلکہ فارغ ہونے کے بعد بھی قطرے
خواہ پیشاب کے ہوں یا کسی اور چیز کے ٹپکتے رہتے ہیں اگر پیشاب وغیرہ
کو دیکھا جائے تو یہ بھی ایک قسم کا تیزاب ہے جس پر پڑا اُس کو متاثر کئے بغیر
نہیں رہتا ایسے قطرے اس کھال کی مزاحمت سے صاف باہر نہیں نکل سکتے
بلکہ حشفہ کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حشفہ جس کی
جلد نرم وچکنی ہوتی ہے پھوڑے پھنسی سے متاثر ہوتا ہے اور چونکہ یہ مقام
تمام بدن میں سب سے زیادہ ذکی الحس ہے تھوڑی سی تکلیف بھی ناقابل
برداشت ہوجاتی ہے اور اس کھال کی مزاحمت سے علاج معالجہ بھی برابر
نہیں ہوسکتا اور بقول شخصے شرم گاہ کا پھوڑا نہ بولا جائے نہ بتایا جائے۔
الحاصل اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے مریضوں کا ختنہ لامحالہ کرانا پڑا۔

ان کے علاوہ اور بہت سارے توجیہات ہمارے ذہن میں ہیں۔ مگر اُن کے فاش کرنے میں حیا مانع ہے۔ عاقل و بالغ وقت پر ختنہ کے فوائد خود ہی محسوس کرلے گا۔ مگر حضرت اکبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنسکر ÷ مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

ختنہ باعث طہارت ہے

اعمال جسمانی کی بنیاد طہارت پر قائم کی گئی ہے۔ اور طہارت بول و براز سے صاف و پاک رہنے پر منحصر ہے۔ فضلہ تو خشت اور آب سے صاف پاک کیا جاسکتا ہے۔ البتہ پیشاب اگر ختنہ نہ ہو تو حشفہ پر یہہ مردار غلاف چڑھے رہنے سے قطرے غلاف سے ہمیشہ پائجامہ یا تہہ بند وغیرہ پر ٹپکتے رہیں گے جس سے طہارت ممکن نہیں اور جب تک طہارت نہ ہولے وضو نہیں ہوسکتا اور جب وضو نہ ہوا تو نماز کیسے ہوگی۔ جب نماز نہیں ہوئی تو کلید جنت کیسے ہاتھ آیگی بلکہ اولٹے عذاب میں مبتلا ہوگا چنانچہ ایک وقت نبی کریم صلعم قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں دعا مغفرت کے بعد ایک قبر پر انار کی ڈالی منگوا کر لگادی اور صحابہؓ کے دریافت پر فرمایا کہ اس صاحب قبر پر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ جبتک ڈالی سبز رہے گی ذکر الہی میں مصروف رہنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اس حدیث شریف سے یہہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جو لوگ پیشاب کی نجاست سے نہیں بچتے

وہ قابل عذاب ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرماکر طہارت نصیب کرے کہ طہارت ہی بنائے دوستی باری تعالیٰ شانہ ہے جیسا کہ ارشاد مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُتَطَاھِرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ الغرض ختنہ خواہ دنیاوی خواہ اخروی اعتبار سے ایک ضروری امر ہے ۔

ختنہ کیا ہے؟

ختنہ مرد کے لئے واجب اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے ۔ اور یہہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے چنانچہ مشارق الانوار کے فعل ماضی کے احادیث صفحہ (۲۸۹) میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدوم میں اپنا ختنہ آپ کرلیا اور ادب مفرد بخاری شریف کے پارہ ( ) میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے (۸۰) برس کے بعد قدوم میں ختنہ کرلیا اور ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ قدوم (ایک) جگہ کا نام ہے ۔

نوٹ :- اکثر لوگ جو یہہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بسولہ سے ختنہ کرلیا صحیح نہیں ہے ۔

آنحضرت صلعم کے مختون و مسرور (ناف کٹی ہوئی) پیدا ہونے کی بحث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون و مسرور پیدا ہونے کے متعلق اسوۂ حسنہ

ترجمہ ہدی الرسول صلعم اختصار زاد المعاد فی ہدی خیر العباد صلعم مولفہ شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ میں یوں لکھا ہے کہ (آنحضرتؐ کے) ختنہ کے بارے میں تین قول مروی ہیں۔

(۱) آپ پیدائشی مختون و مسرور (ناف کٹی ہوئی) تھے لیکن اس باب میں جو حدیث سب سے زیادہ مشہور ہے وہ بھی غیر صحیح ہے۔ ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ باقی جتنی حدیثیں ہیں ان کی صحت بھی ثابت نہیں۔ پھر اس میں کوئی خاص اہمیت بھی نہیں۔ بہت سے آدمی مختون پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ختنہ اُس دن ہوا جب حلیمہؓ دائی کے ہاں ملائکہ نے شقِ صدر کیا۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ ولادت سے ساتویں دن آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے ختنہ کیا۔ اس تقریب پر دعوت بھی کی اور محمدؐ نام رکھا۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اس باب میں ایک حدیث مسند غریب روایت کی گئی ہے اس مسئلہ میں دو فاضلوں یعنی کمال الدین ابن طلحہ اور کمال الدین ابن القدیم میں مناظرہ ہوا۔ اول الذکر نے ایک کتاب تصنیف کر ڈالی اور ہر طرح کے حدیثیں بے لگام روایت کر گئے کہ آپؐ مختون پیدا ہوئے تھے مگر آخرالذکر نے تردید کر دی اور ثابت کیا کہ عرب کے دستور کے مطابق ختنہ ہوا تھا۔ چونکہ یہ رواج عام تھا اس لئے ثبوت کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔

مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہیئے۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ (۸۰) برس کی عمر کے بعد آپ کرلیا ہے جس سے ثابت ہے کہ ختنہ کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ جب موقع ہو ختنہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ادب المفرد بخاری میں ابن شہاب کہتے ہیں کہ جب کوئی اسلام لاتا اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہی کیوں نہ ہوتا اوس کے ختنہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

صاحب رکن رکین اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیارے نواسوں حضرت سیدنا حسنینؓ کے ختنہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ساتھ کراوئے تھے۔

چنانچہ فی زمانا جو پابند مسلمان ہیں وہ برابر عقیقہ کے ساتھ ساتھ بچے کی ختنہ بھی کرادیا کرتے ہیں کیونکہ ختنہ کا زخم تیل پانی میں بہت جلد اچھا ہوجاتا ہے۔ بہرحال بچہ کی قوت وطاقت کو ملحوظ رکھ کر حتی الامکان ختنہ جلد ہوجانا بہتر ہے۔

ختنہ کی دعوت

ختنہ کی دعوت میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب بہشتی زیور حصہ ششم صفحہ ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعوت غیر مسنون ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے صحابیؓ رسولؐ کو ختنہ (کی دعوت) میں بلایا تو وہ

یہ دعوت غیر مسنون ہونے سے تشریف نہیں لائے۔ اور نواب قطب الدین
خاں صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے شارح مشکوٰۃ شریف اپنی شرح مظاہر حق
صفحہ (۱۴۹) مطبوعہ مطبع نولکشور میں اس دعوت کو فہرست دعوت اسلامیہ
میں بلا عذر شریک فرمایا اور ادب المفرد بخاری پارہ (۹) میں سالمؒ کہتے ہیں۔
کہ ابن عمرؓ نے میرا اور نعیم کا ختنہ کرایا اور اس تقریب میں ایک دنبہ ذبح
کیا گیا جس پر ہم لوگ بہت خوش تھے کہ ہمارے ختنہ میں ایک دنبہ ذبح ہوا
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کے رسم میں بھی بلا اسراف
دعوت کی جاسکتی ہے اگر ساتویں روز عقیقہ و نام رکھائی کے ساتھ ساتھ
یہہ تقریب بھی ادا کر دی جائے تو ایک کام دو کاج کا پورا مصداق اور
پابندی سنت سے اجر عظیم ملے گا۔

اولاد کی تعلیم

جیسا کہ اولاد کا ہونا نعمت خداداد ہے ویسے ہی اولاد کی تعلیم
بھی منجانب اللہ ہے مگر السعی منی والاتمام من اللہ سعی و کوشش انسانی
فریضہ ہے۔ کیونکہ بچہ معصوم و بے گناہ ماں باپ کے پاس اللہ تعالیٰ
کی امانت ہے اور امین کا فرض ہے کہ شئے امانت میں اگر اضافہ نہ
کر سکے تو کمی بھی نہ ہونے دے۔ شئے امانت اپنی اصلی حالت ہی پر
رہے تو حق امانت ادا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہہ حکم ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا الخ

(یعنی) اے ایمان والو اپنے بال بچوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔
دوزخ کی آگ سے انسان جب ہی بچے گا کہ اس کو احکام اوامر و نواہی اسلام معلوم ہوں۔ اور ان احکام پر عمل کرتا رہے تو سمجھا جائے گا کہ یہ بے گناہ ہے اور احکام اوامر و نواہی بغیر تعلیم علم دین حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے باپ کا فرض اولین ہے کہ بچہ کو دینی تعلیم دلائے۔ چنانچہ اخلاق محمدیؐ حصہ دوم صفحہ ۲۷ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی کریمؐ نے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھے آداب (تعلیم دین) سے بہتر کوئی چیز نہیں دے سکتا اور اسی کتاب کی دوسری روایت میں رسول اکرمؐ کا یوں ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو آداب سکھانا یعنی عقل و تہذیب کی تعلیم دینا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

نوٹ:۔ صاع ۲۳۴ تولہ کا ہوتا ہے۔

جب لڑکا یا لڑکی لایق تعلیم یعنی بات چیت سمجھ سے کرنا شروع کریں تو کسی عالم باعمل سے تیمناً و تبرکاً الف۔ بے۔ یا بسم اللہ شروع کرائے جا سکتے ہیں۔ جیسے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد تحنیک کی گئی۔ قرآن مجید اگر حفظ نہ کر سکیں تو ناظرہ اور دینیات خصوصاً احکام معاشرت و عبادت پڑھائے جائیں الحمد للہ اب تو اردو میں ایسے احکام کے رسائل موجود ہیں۔

اس تعلیم سے خود والدین کا ہی یہ نفع ہے کہ جب لڑکا یا لڑکی بڑے ہوں گے تو والدین کے آداب و مدارج دینیات سے معلوم کر کے ان کے

ساتھ بلحاظ احکام خدا و رسولؐ اخلاق و عمدہ برتاؤ و اطاعت سے پیش آویں گے اور ہمیشہ بالوالدین احسانا کے پابند رہیں گے اگر احیاناً ماں باپ سے کچھ زیادتی بھی ہو جائے تو برداشت کر کے اُف تک نہ کریں گے اور خود بھی اچھے کام کریں گے اور دوسروں کو بھی سیدھا راستہ بتلاویں گے۔ جو ماں باپ کے حق میں باقیات الصالحات سمجھے جائیں گے۔

اگر اس کے خلاف لڑکا یا لڑکی کی پرورش بلا تعلیم صرف لاڈ پیار میں ہو یا دنیاوی علم کے حاصل کرنے میں دینیات کی تعلیم سے محروم رکھے جائیں تو ایسا لڑکا یا لڑکی بڑے ہونے کے بعد دینی جہالت کی وجہ سے جو بُرے و خلاف شرع کام کریں گے تھوڑے ہیں اور چونکہ اولاد کی تعلیم کا باپ ہی ذمہ دار ہے لہذا ان بُرے کاموں کا خمیازہ خود باپ کو بھگتنا پڑے گا۔ کون سا باپ ہے کہ خود تو اچھے اچھے کام کر کے جنت کا مستحق ہو مگر اولاد کو تعلیم دینی نہ دلانے کے پاداش میں دوزخ میں بچہ کے ساتھ چلے۔ اس لئے بہتر یہی بات ہے کہ اولاد کو پہلے دینی تعلیم دلا کر بعدہٗ دنیاوی علوم و فنون سکھائے و پڑھائے جائیں۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ سکھلائی جائے اگر تعلیم انگریزی کے ساتھ ساتھ مضامین اختیاری میں عربی کو ترجیح دی جائے تو سونے پر سہاگہ اور بچہ دین و دنیا میں فائز المرام ہو گا۔

یہاں مسلمانوں میں جو بچوں کو بسم اللہ پڑھانے کی رسم جس میں رت جگے سے لے کر گشت و چوتھی تک اور اکثر کے بقول شخصے القسمیہ نصف الشادی۔ لایعنی

مصارف برداشت کرنے کی رسم رائج ہے اور اس رسم کے لئے یہ حیلہ تراشا گیا ہے کہ پہلی وحی آنحضرتؐ پر غار حرہ میں سورہ اقراء نازل ہوئی ہے اس لئے بچہ کو بھی پہلی یہ سورۃ پڑھائی جاتی ہے۔

اگر یہی بات ہے تو آپؐ نے بھی کسی جبرئیل صفت انسان سے کسی گوشہ گھر میں بچہ کو چپ چاپ یہ سورۃ پڑھالی ہوتی۔ یہ دھوم دھڑلہ۔ دعوتیوں کا اجتماع بعد بسم اللہ خوانی بچہ کے ہاتھ میں روپیہ لینا اور شب گشت نکالنا کون سے حکم کی بناء پر جائز ہے؟ چہ نسبت خاک را بعالم پاک! اگر ایسا ہی ہوتا تو آنحضرتؐ اپنے صاحبزادیوں اور پیارے نواسوں وغیرہ کی تسمیہ خوانی فرماتے حالانکہ کسی کتاب سے بھی اس کا پتہ نہیں چلتا اور اور نہ صحابائے کرام نے اپنے زمانہ میں کسی بچہ کی تسمیہ خوانی کی نہ فقہا اور نہ بزرگان دین نے بلکہ یہ رسم اہل ہنود و پارسیوں کی مذہباً مقرر ہے۔ جب ان کے بچے چار برس چار مہینے چار دن چار گھڑی کے ہوتے ہیں تو رسم زنار بندی۔ اہل ہنود مونج اور پارسی وسمہ کے نام سے ادا کرتے ہیں اور یہاں کے مسلمانوں نے بھی انکے میل جول سے یہ رسم بنام تسمیہ خوانی مناتے ہیں مگر یہ غیر شرعی رسم اسلامی دو منہم میں شامل کر رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (یعنی جس قوم کی مشابہت (معاشرت وغیرہ) اختیار کرے گا اوس کا اوسی قوم میں شمار ہوگا۔

رسم تسمیہ خوانی میں تو پوری پوری وہی رسم ادا کی جاتی ہے جیسے کہ ہنود و پارسی ادا کرتے ہیں جس کے نسبت جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ؕ یعنی جو کوئی شخص اتباع کرے غیر اسلام کی (دوسرے مذہب کی) دین کی حیثیت سے (جیساکہ دین پابندی سے ادا کیا جاتا ہے ویسے ہی وہ کام پابندی سے ادا کیا جائے) پس وہ کام ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ (کام کرنیوالا) آخرت میں نقصان میں رہیگا -

اسی طرح رسوم ہدیہ و روزہ رکھائی بھی من گھڑت رائج ہیں جس میں سینکڑوں روپیے خرچ کئے جاتے ہیں اگر روزہ رکھائی کی جاتی ہے تو نماز پڑھائی جو سب سے زیادہ اہم و ضروری ہے وہ کیوں نہ منائی جائے روزہ سال میں ایک ماہ فرض ہے تو نماز برس کے بارہ مہینے پنج وقتہ ہر حالت میں فرض ہے جو کسی حال میں قضا نہیں کی جاسکتی ان من گھڑت رسوم میں خرچ کر کے شیطانوں کے بھائی بنجانا سب سے زیادہ گناہ ہے (تحقیق کی بات ہے) كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ

برادران اسلام! غور کرو یہہ کونسی عقلمندی ہے کہ "زر دادن و درد سر خریدن" روپیہ پیسہ یوں غیر شرعی کاموں میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے معتوبوں میں شمار کئے جاؤ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے غیر شرعی رسوم ایک دم ترک کردیں نہ خود ایسے رسوم ادا کریں اور نہ کسی مسلمان بھائی کے پاس ایسے رسوم کی دعوت میں شریک ہوں تو اُمید ہے کہ یہہ رسم بہت جلد مسلمانوں سے اُٹھ جاوے گی جس کا اجر عظیم دارین میں ملے گا -

(ب) شادی

جن کی بسم اللہ ہی غلط ہو ان کی شادی کا کیا ٹھکانہ جس میں کئی رسوم من گھڑت ہیں تو اکثر رسوم اہل ہنود کے شریک ہیں۔ اور یہ بات تا وقتیکہ کسی اسلامی شادی سے مقابلہ کرکے نہ بتلائی جائے اس وقت تک نہیں معلوم ہو سکتی کہ مروجہ شادی کے رسوم کیسے ہیں؟

اس لئے اسلامی شادی وہ بھی سب شادیوں میں افضل و مقدس شادی حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتبہائے سیرۃ محمدیہ و سیرۃ النبی و سوانح عمری بی بی فاطمہؓ سے منتخب کرکے لکھی جاتی ہے اور بعدہٗ ہمارے یہاں کے مروجہ شادی کے مجملاً رسوم لکھے جائیں گے تاکہ صاحبان بصیرت اس کا تصفیہ کر سکیں کہ مروجہ شادی میں کہاں تک اسلامی شعار ہے۔

حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہؓ کی شادی

جب حضرت بی بی فاطمہؓ لائق شادی ہو جاتی ہیں تو بہت سارے پیغام آتے ہیں مگر آنحضرتؐ نامنظور فرماتے ہیں۔ اس پر ابوبکرؓ و عمرؓ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو باصرار مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اپنا پیغام آنحضرتؐ کے خدمت اقدس میں پیش فرمائیں تو یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات بارگاہ رسالت پر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت ولایت

مآب کو باریاب فرما کر دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا خواہش ہے؟ علیؓ شرمائے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے ماں باپ سے زیادہ بشفقت پرورش فرمایا کیا یہہ ممکن نہیں ہے کہ میرا نکاح بی بی فاطمہؓ سے کر دیا جائے؟

ارشاد نبوی ہوتا ہے کہ تمہارے پاس ادائی مہر کی کیا سبیل ہے؟ علیؓ عرض کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک تلوار ایک اونٹ۔ اور ایک زرہ موجود ہے۔ تو فرماتےؐ ہیں کہ تلوار اونٹ تو ضروری و کارآمد چیزیں ہیں انہیں رہنے دو البتہ زرہ فروخت کر کے مہر وغیرہ کی ادائی ممکن ہے۔ اچھا ذرا ٹھہرو تمہیں تھوڑی دیر میں قطعی جواب دیا جائے گا۔ یہہ فرما کر بی بی فاطمہؓ کے پاس تشریف لا کر فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ علیؓ تمہاری خواہش لے کر میرے پاس آئے ہیں۔ بی بی فاطمہؓ یہہ سن کر مارے شرم کے گردن جھکا لیتی ہیں اور آنحضرتؐ صاحبزادی کے چہرہ کو ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں جب کچھ جواب نہیں ملتا ہے تو یہہ فرما کر لوٹتے ہیں کہ فاطمہؓ کی خاموشی دلیل رضامندی ہے۔ اور سیدنا علیؓ کے پاس تشریف لا کر فرماتے ہیں کہ میں تم سے فاطمہؓ کا نکاح کر دینے کیلئے راضی ہوں۔ چلو تو مسجد میں اعلان نکاح کر دیا جائے۔

سیدنا علیؓ یہہ سن کر نہایت فرحان و شاداں باہر نکلتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ مل کر دریافت کرنے پر واقعہ سناتے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچتے ہیں کہ اتنے میں حضور انور بھی رونق افروز ہو کر مسجد میں بلالؓ کو حکم دیتے ہیں کہ مہاجرین و انصار جمع کئے جائیں چنانچہ

بہ تعمیل حکم تمام لوگ حاضر ہو جاتے ہیں اور آنحضرتؐ خطبہ نکاح پڑھ کر فرماتے ہیں کہ
میں نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کی چار سو مثقال زر مہر پر علیؓ کے نکاح میں دیا بعدہٗ سیدنا علیؓ کو فرماتے ہیں کہ اُٹھو جواب دو چنانچہ علیؓ اُٹھ کر کہتے ہیں کہ میرا نکاح بی بی فاطمہؓ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعوض چار سو مثقال زر مہر ہوا ہے جو مجھے بخوشی منظور و قبول ہے۔ حاضرین اس نکاح کے گواہ رہیں۔ حاضرین اس اعلان نکاح پر چاروں طرف سے مبارکباد و دعاء برکت دیتے ہیں اور جلسہ برخاست ہوتا ہے۔
نکاح سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ سیدنا علیؓ سے فرماتے ہیں کہ تمہاری زرہ فروخت کر کے قیمت لادو۔ چنانچہ سیدنا علیؓ زرہ لیکر بازار جاتے ہیں اور عثمانؓ چار سو مثقال پر وہ زرہ خرید کر کے رقم گن دینے کے بعد کہتے ہیں کہ یا علیؓ یہ زرہ تم کو مجھ سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے لہذا زرہ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ رقم و زرہ دونوں لیجاؤ سیدنا علیؓ رقم و زرہ لے کر آنحضرتؐ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ عرض کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ عثمان کے حق میں ہاتھ اُٹھا کر دعاء خیر فرماتے ہیں اور ابوبکرؓ کو دو مٹھیاں اس رقم سے دے کر فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ کی روانگی کے تیاریاں کرو۔ چنانچہ ابوبکرؓ ایک بچھونا۔ ایک چمڑے کا تکیہ جس میں اون بھرا ہوا ایک پردہ۔ خرید کر کے آنحضرتؐ کے ملاحظہ میں پیش کرتے ہیں۔ اس موقع

پر صاحب ناسخ التواریخ سامان مصرحہ بالا کو تسلیم کر کے دو چاندی کے بازوبند لکھتے ہیں۔

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے صاحبزادی کو حسب ذیل جہیز دیا۔

چکی - پاجامہ - مٹکے - بدھنی - بستر - جانماز - کلام اللہ کی چند سورتیں
ایک دو ایک ایک ایک

علامہ شبلی مرحوم سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں کہ حسب ذیل جہیز بی بی کو دیا گیا۔

چارپائی بانکی - چمڑے کا گدّہ جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے - چھاگل - مشک
ایک ایک ایک ایک

چکیاں - مٹی کے گھڑے -
دو دو

خریدی سامان کے بعد جو رقم بچ رہی وہ آنحضرتؐ علیؓ کو دے کر فرماتے ہیں کہ اس میں سے گھی - کھجور - پنیر لے آؤ - چنانچہ سیدنا علیؓ - گھی - کھجور - پنیر - پیش کرنے پر آنحضرتؐ ان سب کو ملا کر حیس تیار کر کے علیؓ سے فرماتے ہیں کہ جو مسلمان تمہیں ملے اُنہیں لا کر کھلاؤ - جب لوگ کھا پی کر چلے جاتے ہیں تو آپؐ اپنے دست مبارک سے ایک مٹی کے پیالہ میں بیٹی - داماد کے لئے حیس بھر دینے کے بعد بقیہ ازواج مطہرات میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔

نکاح کے ایک مہینے بعد عقیلؓ اپنے بھائی سیدنا علیؓ سے باصرار کہتے ہیں کہ بی بی فاطمہؓ کے وداع کے لئے آنحضرتؐ سے عرض کرنا چاہیئے - چنانچہ دونوں بھائی مل کر گھر سے نکلتے ہیں - راستہ میں ام ایمنؓ سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ یہ کیفیت سُن کر مشورہ دیتی ہیں کہ بہتر ہوگا کہ پہلے امہات المومنینؓ سے دریافت فرمائے

لینے کے بعد آنحضرت ؐ سے عرض کیا جائے ۔ اس پر تمام امہات المومنین کے خدمت میں عرض کیا جاتا ہے ۔ اور باتفاق آرار صاحبزادی کی رخصت کے لئے آنحضرت ؐ سے اور آنحضرت ؐ علی ؓ سے دریافت کرکے صاحبزادی کے لیجانے کی اجازت دیتے ہیں ۔ اس وقت اسمار بنت عمیس ؓ حاضر رہتی ہیں ۔ وہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ؐ میں نے حضرت خدیجہ ؓ سے وعدہ کیا ہے کہ جب بی بی فاطمہ ؓ اپنے شوہر کے گھر پہنچائی جائینگی تو میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی لہذا مجھے بھی بایفار عہد اجازت دی جائے ۔ چنانچہ آنحضرت ؐ اونہیں دلہن کے ساتھ جانیکی اجازت دیتے ہیں اور وہ بھی بی بی فاطمہ ؓ کے ہمراہ اونٹ پر سوار ہوکر علی کے گھر چلی جاتی ہیں ۔

یہہ ہے وہ مقدس شادی کہ جو بانیٔ اسلام علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی ۔

بخاری میں بی بی ربیعہ بنت معوذ ؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضور ؐ میری شادی (نکاح) ہونے کے بعد تشریف لائے تو چھوٹی لڑکیاں دف بجاکر جنگ بدر کے حالات گا رہی تھیں اس میں ایک لڑکی نے یہ کہا کہ ہم میں ایسا پیغمبر ہے جو کل ہونے والی بات جانتا ہے تو آنحضرت ؐ نے فرمایا یہ مت کہہ جو آگے کہہ رہی تھی وہ کہہ (کیونکہ غیب کی بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) بعض علمار کے نزدیک خوشی کے دنوں میں صرف راگ دف کے ساتھ بشرطیکہ اور باجے نہ ہوں اور مضمون خلاف شرع نہ ہو گانے والا لڑکا اور اجنبی عورت نہ ہو تو درست ہے ۔

(در تحفۃ الاخبار ترجمہ مشارق الانوار صفحہ ۹۸)

مسلمانوں کی مروجہ شادی

جب لڑکا یا لڑکی کی شادی پیش نظر ہوتی ہے تو مشاطہ مقرر کر کے اگر دولہ ہے تو اس کے دولہن خوبصورت۔ جاگیردار۔ یا دولتمند اگر دولہن ہے تو اس کے لئے جاگیردار یا منصبدار یا کم از کم گراجویٹ وگریڈیاب ملازم ہونا چاہیئے۔ اگر انگلستان کا تعلیم یافتہ ہے تو پھر کیا کہنا جب حسب منشا نسبت ٹھیر جاتی ہے تو رسم رونمائی یا منگنی کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے اگر اس اثنا میں عید۔ بقرعید آجائے تو عیدی اور اگر بقرعید ہے تو بکرے اور اگر محرم ہے تو فقیری شان وشوکت سے آپس میں بھیجی جاتی ہے اور جب شادی کی تاریخ آجاتی ہے تو پہلے منڈوا یا پنڈال تیار کیا جاتا ہے (اب تو یہاں شامیانہ تانا جاتا ہے) بعدہٗ پیر ملاؤ کی بھیک سے شادی کا آغاز ہوتا ہے۔ خواجہ خضرؑ کے جہاز۔ بہشتی اربانوں کے دف کے ساتھ لیجا کر ندی یا تالاب میں سہراتا ہے۔ رت جگہ میں عورتیں تمام رات ڈھول بجا بجا کر گاتی ہیں یا بعض جگہ مولود شریف ہوتا ہے۔ رحم بتا گلگلے تلے جاتے دودھ دلئے کے ہانڈیاں بھرے جاتے۔ صبح میں دولہا۔ دولہن اپنی اپنی جگہ منجے بٹھائے جاتے اور ہلدی کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں دولہا دولہن کو زرد لباس پہنایا جاتا ہے۔ اور ہاتھ میں کنگن باندھے جاتے ہیں اور دولہ کے ہاتھ میں خنجر دیا جاتا ہے۔ دولہ کے جانب سے رسم ساچق جس میں بری کے ساتھ دلہن کے کپڑوں کے جوڑے اور زیور وغیرہ چڑھاوا آتا ہے۔ اور دوسرے روز دولہن کی جانب سے مہندی

کی رسم جس میں آرائش کی مہندی کشتی نما بنائی جاتی ہے اور دولہ کے گھر کے صدر
دروازہ پر چڑھائی جاتی ہے۔ اور دولہے کا جوڑہ یا اس کے معاوضہ کی رقم بری یا
مٹھائی کے ساتھ روانہ کی جاتی ہے۔ اور ان رسومات گوناگوں کے علاوہ متعدد
اوقات قسم قسم کے کھانے باہم دیگر کبھی تو رنگ بھری اور کبھی نہاری اور کبھی ناشتہ
کے نام سے بھیجے جاتے ہیں ان دنوں یہہ رسوم حیدرآباد میں اپنے طور پر اور اضلاع
میں اور قصبات میں گاجے باجے سے براتیوں کے ہمراہی میں ادا کئے جاتے ہیں
البتہ حیدرآباد میں شب گشت دھوم سے نکلتا ہے۔ دولہ کو دیکھو تو اونچی
بنا ہوا سر پہ سہرا ہاتھ میں کنگن لباس بھی زرین یا کرایہ کے تاش کا جوڑہ گھوڑے یا
موٹر پر سوار مسجد میں دوگانہ ادا کرتا باجہ گاجہ آتشبازی جلاتا اور سامنے بنڈیاں
نچاتا ہوا بجلی کے گولوں کی روشنی میں صبح صبح دولہن کے گھر پہونچتا ہے۔
دروازہ پر دولہن کا بھائی دروازہ بند کئے ہوئے نگانہ (دروازہ کھلائی) طلب
کرتا اور دس پانچ روپیہ لے کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ دولھا مسند پر اور براتی فرش پہ
بیٹھنے کے بعد قاضی صاحب بلوائے جاتے ہیں اور وہ اپنی فیس مقررہ طبق میں رکھنے
کے بعد نکاح کا خطبہ شروع کرتے ہیں۔ مہر میں ہزاروں اشرفیاں اور لاکھوں
روپے اس لئے باندھے جاتے ہیں کہ آیندہ دولہ دولہن کا مجبور رہے۔ اور لاکھ
بری ہو مگر مہر کے خوف سے نہ چھوڑ سکے اور دلہا اس گرانقدر مہر پہ یہ سمجھکر راضی ہوجاتا
ہے کہ عورت کا مہر کون دیا ہے جو یہ دے گا۔ بعد نکاح مصری بادام لٹائے جاتے ہیں
اور حاضرین مجلس ثواب سمجھکر لوٹتے یا جو لوٹے ہیں ان سے مانگ لیتے ہیں۔ دولہ کی

مجلس میں دیکھے تو رنڈیوں بھانڈوں کے طائفے یا قوالوں کی چوکیاں گاتے بجاتے اور سوانگ بھرتے ہیں ؎

اے عفو مصیبت میں بھی ہم خوش ہیں کہ گھر پر ۔ کب بولیاں آتی نہیں چھم چھم نہیں ہوتا۔

ادھر دولہن والوں کو دیکھئے تو اپنے عہدہ داروں وامرا اور دولھے کے افسر واحباب وغیرہ کو پُر تکلف کھانا کھلا رہے ہیں اور غربا دروازہ پر کھڑے نعرے لگا رہے ہیں ۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا ۔

شام کے پانچ بجے جُلوہ کی تیاری شروع ہوتی ہے ۔ دولہ زنانہ میں بلوایا جاتا ہے اور دولہ دولہن کے بیچ میں باریک پردہ پکڑا جاتا ہے اور ایک دوسرے کی صورت آئینہ میں بتلائی جاتی ہے اور طرح طرح کے ہندوانی رسوم ادا کئے جاتے ہیں اس سے فارغ ہونے کے بعد سلامیاں شروع ہوتی ہیں ۔ اب تو دولہ کو پرزنٹ (تحفہ) دینے کا طریقہ رائج ہوگیا ہے ۔ اور دولہا ہر سلامی دینے والے کو جھک جھک کر آداب بجالاتا ہے ۔ اس کے بعد بارگشت کی تیاری کی آغاز کی جاتی ہے ۔ مطلوبہ کی فوج بیانڈ روشن چوکی تاشہ مرفہ ۔ نوبت ۔ نقارے وغیرہ اگر دولہ گھوڑے پر سوار ہوگا تو گھوڑا زیور و خوگیرے آراستہ اور گھوڑے کے سر پر سری پھاکر بندھی جائیگی اور گھوڑے کے چاروں طرف گلال باڑ رہے گی اور دولہن میانہ میں سوار ہوگی اور میانہ پر کارچوبی مخمل کا غلاف یا عمدہ زرین تورن میانہ کے غلاف پر ڈالا جائے گا اور دولہ گھوڑے پر سوار راستہ بھر ماؤشما کو سلام کرتا رہے گا ۔ اور اگر سواری میں موٹر ہے تو پھولوں کی لڑوں جن میں منقش کے

کے تار ہوں گے سجائی جائے گی دولہن اور اُس کی ساتھی عورت اندر اور دولہ موٹر ڈریور کے بازو بیٹھے گا۔ اور ہر دو سواری ہیں ضرور مورچل جھلے جائیں گے۔ اور دولہ کی سواری کے سامنے سدی ناچتے اور بجلی کے گولے جگمگاتے جلوس نکلے گا۔ اور دولہ گشت کرتا ہوا گھر پہونچے گا۔ اور گھر پر دولہ کی بہن بھائی سے اپنے بیٹے کے لئے بیٹی مانگے گی۔ پاؤں دھلائی بھی ہوتی ہے جس میں اناج پنوا کر دودھ سے دولہ دولہن ایک دوسرے کے پاؤں دھلاتے ہیں اور عجیب وغریب رسوم ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے دوسرے روز دولہ کے پاس سے چادر کا رسم تاشہ مرفہ وغیرہ سے دولہن والوں کے پاس اور دولہن والے اس کے جواب میں بھشتی کے ذریعہ غسل کرنے کا پانی بیسن وصابن اور پانی گرم کرنے لکڑیوں کے گٹھے وغیرہ آتے ہیں۔ دولہن کا بھائی دولہن کو لیجانے آتا ہے۔ اوس کے ساتھ بعد ادائی رسم دولہن روانہ کردیجاتی ہے۔ اور رات میں دولہ اور اس کے عزیز قریب کی دعوت ہوتی اور چوتھی کھیلی جاتی اور جب جمعہ آیا تو جمعگی۔ ہاتھ بھرتانی۔ پانچویں جمعگی۔

اگر پورے شادی وغیرہ کے رسوم اور ان کی صراحت لکھی جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے اگر یہ رسوم کسی شادی میں ادا نہ ہوں تو اس بیچاری دولہن کی اگرچہ وہ کیسی ہی شریف اور نجیب گھرانے کی کیوں نہ ہو اوس کی تمام عمر مٹی خراب اور نکاحتی کہلاتی اور ذلیل نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔

برادران اسلام۔ مقدس شادی اور مروجہ شادی دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ دیکھئے مقدس شادی کیسی سیدھی سادھی کسی پر کچھ بار نہیں صرف ادائی مہر کی

پابندی اور مہر بھی کچھ زیادہ نہیں جس سے پریشانی لاحق حال ہو اور کفو کی وجہ سے
ادھر پیغام اودھر نکاح۔ بقول شخصے "جھٹ منگنی پٹ بیاہ" اب رہ گئی یہ بات
کہ دولہن کی سواری (اونٹ) یہ سواری عرب کی مقامی سواری ہے جس پر محافہ کس کر
زنانی سواری بٹھائی جاتی ہے جیسا کہ ہماری دیہاتی دولہن صرف بیل و گھوڑے پر
سوار ہوکر اپنے دولہ کے گھر جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے جو مقامی سواری خواہ گاڑی
ملے یا موٹر اوس میں دولہن کو لے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ بازگشت میں مثل اہل ہنود
دولہ کے ساتھ دولہن رہنا لائق غور ہے۔ الغرض اس مقدس شادی کے خوبیاں
ہر صاحب عقل خوب سمجھ سکتا ہے کہ اس میں کیا کیا سہولتیں اور بھلائیاں
مضمر ہیں۔

اگرچیکہ مروجہ شادی میں کھینچ تان کر مقدس شادی کے کچھ رسوم بھی
نظر آتے ہیں مگر وہ ہندوستانی رسوم کے مل جانے سے اون میں اسلامی
شان باقی نہیں رہی خصوصاً نکاح جو شادی کی بنیاد و روح رواں ہے
وہ سر پر سہرہ ہاتھ میں کنگن مہر میں کثیر رقم باندھتے اور اس پر دولہ کا یہ خیال
کہ مہر کون ادا کیا ہے جو اس کو ادا کرنا پڑے گا۔ پھر ناچ رنگ غیر شرعی رسوم
نکاح کو بھی سخت مجروح کر رہے ہیں اور تمام رسوم اہل ہنود کے یا من گھڑت
جو خلاف سنت ادا کئے گئے جس کے نسبت پروردگار عالم کی سخت تہدید ہے
فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (ترجمہ) پس چاہیے کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں

اس کے حکم کی اس سے کہ پہنچ جائے ان کو (دنیا میں) فتنہ یا پہنچ جائے ان کو درد دینے والا عذاب ۔

مسلمانوں کے پاس اب کوئی پونجی تو ہے نہیں ان کا ہر کام سودی قرض پر چل رہا ہے۔ شادی کے لئے جائداد مکفول کر کے جن سیٹھ جی سے سودی قرضہ لائے اور دل کھول کر شادی رچائے اوس قرضہ کی ادائی وقت پر نہ ہونے سے جو دعویٰ ڈگری ہوئے اوس میں تمام جائداد نیلام اور بعدہٗ ذات پر بنی۔ کیا یہہ فتنے دنیا کے کچھ کم ہیں ؟ جائداد گئی عزت آبرو گئی پھر آخرت میں عذاب الیم سر پر باقی ہے۔ شادی کیا ہوئی خانہ بربادی ہوئی ؎

شادی سے بمشکل جو فراغت پائی ٭ پابند رسوم کی ہوئی رسوائی

خالی نہیں اسراف گھٹی دولت سے مکاں ٭ بیٹی جو گئی گھر سے تو ڈگری آئی ٭

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار ۔

افسوس تو یہاں ہے کہ مسلمان ہو کر دنیا بھر کے ایری غیری رسوم سیکڑوں روپئے خرچ کر کے انجام دیں ۔ مگر ایک اسلامی رسم طعام ولیمہ جو سنت موکدہ ہے دس پانچ روپیہ لگا کر ادا نہ کریں ۔ اور جو کریں بھی تو نام و نمود کے لئے ۔ اور وہ بھی بعد از وقت جس سے نیکی برباد گناہ لازم ۔ ذیل میں طعام ولیمہ کے احکام ملاحظہ کیجئے ۔

طعامُ ولیمہ

لفظ ولیمہ ۔ التیام سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ملنے و اجتماع کے ہیں ۔ چونکہ یہہ کھانا بھی بعد نکاح دولہ دولہن کے ملنے کے بعد کھلایا جاتا ہے ۔ اس کو طعام ولیمہ کہتے ہیں ۔ (از مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب الولیمہ)

انسؓ سے حسب ذیل روایات مروی ہیں۔

الف۔ جبکہ آنحضرتؐ نے عبدالرحمٰن ابن عوفؓ پر اثرات نکاح ملاحظہ فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ ولیمہ کر یعنی کھانا پکاکر کھلا اگرچیکہ وہ ایک بکری کا ہی کیوں نہ ہو۔

صراحت۔ اس حکم سے ثابت ہوا کہ طعام ولیمہ مرد کے ذمہ حسب مقدور ادا کرنا سُنت موکدہ ہے۔

ب۔ آنحضرتؐ بی بی زینب کے نکاح کے بعد ایک بکری (کا گوشت پکاکر) ولیمہ فرمایا۔

ج۔ بی بی زینبؓ بنت جحشؓ کے ولیمہ میں آنحضرتؐ نے گوشت و روٹی سے دعوتیوں کا پیٹ بھر دیا۔

د۔ آنحضرتؐ نے بی بی صفیہؓ کے نکاح کے بعد حیس (یعنی حلوہ جو کھجور و گھی و پنیر سے تیار ہوتا ہے) سے ولیمہ فرمایا۔

صفیہ بنت شیبہؓ سے مروی ہے کہ حضور انورؐ نے بعض اپنے بی بیوں کا ولیمہ دو سیر جو کی روٹی سے فرمایا۔

دعوتِ ولیمہ

جابرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جس وقت تمہیں ولیمہ کی دعوت دیجائے تو ضرور جاؤ خواہ کھاؤ یا نہ کھاؤ۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرمؐ نے بُرا کھانا نکاح (ولیمہ) کا وہ ہے جس میں مدعو ہوں دولتمند اور چھوڑ دئے جائیں فقرار
جو کوئی شخص بلا عذر دعوت قبول نہ کرے تو وہ نافرمانی کی اللہ و رسول کی۔

توضیح ۔ دعوت میں جانا سنت یا واجب ہے۔ اور روزہ نہ ہو تو کھالینا مستحب ہے۔ اور ابن مالکؒ کا قول ہے کہ دعوت میں شریک ہونا اوس وقت واجب ہے کہ جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگر عذر ہو مثلاً راستہ دور ہو یا بیمار ہو تو دعوت قبول نہ کی جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

منجانب مؤلف ۔ یہہ بات جو مشہور ہے کہ ولیمہ کی دعوت ہو تو نفل روزہ توڑ کر طعام ولیمہ کھانا چاہئیے ان احادیث شریفہ سے صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

ف ۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ کھانا (ولیمہ کا) پہلے دن حق (واجب) اور دوسرے دن کا سنت اور تیسرے دن کا سنانا (مشہور کرنا) ہے۔ اور جو کوئی سنا دئے۔ سنا دے گا اللہ تعالیٰ۔

توضیح طیبیؒ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کو نعمت دے تو اُس پر لازم ہے کہ جناب باری کا شکریہ ادا کرے جیسے بچہ پیدا ہو تو عقیقہ اور شادی ہو تو ولیمہ ادا کرے۔

طعام ولیمہ پہلے دن کھلانا واجب اور دوسرے دن تلافی مافات کھلانا سنت ہے۔ اور سنت کامل کرتی ہے واجب کو جس کو دعوت دیجائے پہلے دن اُس کو قبول کرنا واجب اور دُوسرے دن سنت یا مستحب اور تیسرے

دن بکروہ بلکہ حرام ہے کیونکہ تیسرے دن کی دعوت اس لئے کی جاتی ہے کہ لوگ سُن کر تعریف کریں اور جو کوئی سنائے یعنی مشہور کرے اپنی سخاوت اور فخر اً کھلاوے تو اس کو اللہ تعالیٰ میدان حشر میں لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرے گا۔

مستثنیٰ۔ ثواب کی نیت سے زیادہ لوگوں کو طعام ولیمہ کھلانا منظور ہے جو ایک روز میں نہیں کھلا سکتے تو ایک دو روز میں بتدریج کھلا سکتے ہیں

ف عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت کوئی طعام ولیمہ کی دعوت دے تو ضرور جانا چاہیئے اور مسلم شریف کی ایک روایت میں لکھا ہے کہ وہ دعوت نکاح کی ہو یا اُس کے جیسی جیسے عقیقہ وختنہ وغیرہ چونکہ دعوتوں میں جانے اور کھانے کا حکم صادر ہے اس لئے معلوم ہونا چاہیئے وہ کتنی ایسی دعوتیں ہیں کہ جن میں جانا اور کھانا شرعاً جائز ہے۔

صاحب مظاہر حق بحوالہ مجمع البحار آٹھ قسم کی دعوتیں تحریر فرماتے ہیں جن کی تصدیق ادب مفرد بخاری شریف ومشکواۃ شریف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ان دعوتوں کا ایک تختہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

تختہ اقسام دعوت

نشان سلسلہ	نام دعوت	تقریب	تصدیق		کیفیت
			نام کتاب	نام راوی	
۱	خرس	بچہ پیدا ہونے کے بعد بغرض دعائے برکت و علم	ادب مفرد بخاری شریف حصہ سوم	معاویہؓ بن قرہ	.

۲	احذور	ختنہ کے بعد	ادب مفرد بخاری شریف حصہ دوم	سالم رض	۰
۳	عقیقہ	منڈھن ونام رکھائی	مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ	سیدنا امام باقر رض	۰
۴	ولیمہ	نکاح کے بعد	ایضاً کتاب النکاح باب الولیمہ	انس رض	۰
۵	وضیمہ	مصیبت کے بعد	ابوداؤد شریف	عبداللہ بن جعفر رض	۰
۶	مادبہ	بلا سبب احباب کی ضیافت	مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ باب الضیافت	ابوہریرہ رض	۰
۷	نقیعہ	مہمان یا مسافر کے آنے کے بعد تیار کیا جائے یا وہ تیار کرائے	ایضاً	ایضاً	۰
۸	وکیرہ	مکان تیار ہونے کے بعد جیسے گھر بھراونی	مگر اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی		۰

عبداللہ بن عمر رض کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے کہ جس شخص کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو بیشک اُس نے (اللہ تعالیٰ) ورسول صلعم کی نافرمانی کی جو شخص بلا دعوت مجلس دعوت میں آیا وہ چور ہے جو لوٹ کر نکلا۔

ف۔ ابومسعود انصاری رض روایت کرتے ہیں کہ ابوشعیب رض نے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ چار صحابہ رض کی دعوت کی اور جب حضرت صلعم معہ صحابہ رض تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ساتھ ہولیا۔ جب آنحضرت صلعم ابوشعیب کے گھر پہونچے تو ابوشعیب سے فرمایا کہ راستہ میں ایک شخص ہمارے ساتھ ہولیا ہے کیا اس کو بھی شرکت کی اجازت ہے؟ تو ابوشعیب رض نے اجازت دی۔

توضیح۔ ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت ایک جماعت

خاص کی جائے اور اُن کے ساتھ کوئی ہولے تو سنت ہے کہ میزبان سے اجازت
حاصل کی جائے اور میزبان کو چاہیئے کہ مزید شخص کی شرکت کی اجازت دے۔
بشرطیکہ اس مزید شخص کی شرکت سے کوئی فساد برپا نہ ہو یا حاضرین کو اوس سے
کوئی ایذا یا تکلیف نہ پہونچے۔ ورنہ اس شخص کو بہ نرمی یا کچھ کھانا دیکر رخصت کردے
الحاصل آنحضرتؐ اپنی اُمت کو تعلیم فرماتے ہیں اخلاق حسنہ کی اور بُرے
اخلاق و خصلتوں سے روکتے ہیں۔ دیکھیئے بلا عذر دعوت قبول نہ کرنے سے عدم
الفت و تکبر معلوم ہوتا ہے اور ایسے ہی بلا دعوت مجلس میں شریک ہونے سے
حرصِ نفس و طمع قلبی ظاہر ہوتی ہے۔

ف۔ روایت ہے کہ ایک صحابیؓ سے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جب دو
جگہ کی دعوت آن واحد میں ہو تو اوس شخص کی دعوت قبول کی جائے جس کے گھر
کا دروازہ پہلے ہو دوسرے دعوت دینے والے کے گھر سے۔

۲۔ جو اِن دونوں میں سے پہلے دعوت دے۔

توضیح۔ ادب مفرد بخاری شریف پارہ (۱) میں ایسا ہی حکم ہے کہ نزدیک
دروازہ والے ہمسایہ کو تحفہ دیا جائے۔ بعدہٗ دوسرے کو۔

ف۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جبکہ دسترخوان بچھ جائے
اور لوگ کھانا شروع کردیں تو کوئی شخص دسترخوان سے اوٹھے اور نہ کھانے
سے ہاتھ کھینچے اگرچیکہ پیٹ بھر گیا ہو۔ تاوقتیکہ مجلس برخواست نہ ہولے ہاں
اگر ضرورت ہو تو اہلیان مجلس سے اپنا عذر ظاہر کردے تاکہ اہلیان دسترخوان

شرمندہ نہ ہوں ۔

توضیح :۔ اگر کوئی شخص کم خوراک ہے تو مجلس کے برخواست تک تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے ۔

ف۔ امام جعفرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور انور صلعم لوگوں کے ساتھ کھاتے تو سب کے آخر تک کھاتے رہتے ۔

ف ۔ عکرمہؓ وابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ دو شخص آپس میں فوقیت حاصل کرنے کے لئے ضداً و فخراً دعوت دیں تو آنحضرتؐ نے ایسی دعوت قبول کرنے اور کھانے سے منع فرمایا کہ ایسی دعوت نام ونمود کے لئے کی جاتی ہے ۔

ف ۔ عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے اور کھانے سے آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے ۔

توضیح ۔ اکثر فاسق کھانے پینے میں محتاط نہیں رہتے اناب شناب جو مل جائے کھاتے اور کھلاتے ہیں ۔ اور فاسق ہمیشہ ظلم سے روپیہ جمع کرتے ہیں ۔ اور بالاتفاق ظلم کا مال کھانا حرام ہے ۔ اور اس کی دعوت قبول کرنے میں اس کی خوشی اور تعظیم ظاہر ہوتی ہے ۔

ف ۔ طیبیؒ وابن مالکؒ دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حسب ذیل صورتوں میں وجوب استحباب دعوت ساقط ہوجاتا ہے ۔

(۱) کھانا شبہ کا ہو ۔ (۲) دعوت میں اغنیاء کی تخصیص ہو ۔ (۳) دعوت میں ایسا شخص ہو جس سے دعوتی کو تکلیف پہنچے ۔ (۴) دعوت میں ایسا شخص ہو

کہ جس کے ساتھ بیٹھنا لائق نہ ہو (۵) رفع شر کے لئے دعوت کی جائے۔ (۶) طمع جاہ کے لئے دعوت کی جائے (۷) جھوٹے کام کی مدد کے لئے دعوت کی جائے (۸) دعوت کی مجلس میں ممنوعات شرعیہ ہوں مثلاً ناچ رنگ کھیل تماشہ شراب وغیرہ یا فرش حریر (ریشمی) کا ہو۔

توضیح۔ اس زمانہ میں کوئی مجلس ان خرافات سے خالی نہیں اگر سب نہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے علماء ذوی الاحترام وصوفیائے کرام گوشہ نشینی پسند فرماتے ہیں۔

دعوت میں جس قدر مہمان آتے ہیں اور جو مہمان باہر سے اپنے پرائے ملنے آتے ہیں ان کی خاطر مدارات کرنے کے احکام معلوم ہونا ضروری ہیں لہذا ذیل میں لکھے جاتے ہیں

شکر بجا آر کہ مہمانِ تو **مہمانداری** روزی خود میخورد از خوانِ تو

از مشکوٰۃ شریف باب الولیمہ وکتاب الاطعمہ باب الضیافت

ف۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ وقیامت پر ایمان رکھتا ہے پس اس کو چاہیئے کہ اکرام کرے مہمان کا اور ایذا نہ دے ہمسایہ کو اور کہے بھلی بات یا چپ رہے اور چاہیئے کہ ملا رکھے ناتے رشتے (صلہ رحمی کرے)

ف۔ ابوشریح کعبیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر پس اس کو چاہیئے کہ تعظیم کرے اپنے مہمان کی (زمانہ مہمانداری میں) تکلف واحسان کرے ایک دن اور ایک رات اور مہمانداری کا زمانہ تین دن ہے۔ اور اس کے بعد خیرات۔ اور مہمان کو بھی چاہیئے کہ وہ تین

دن سے زیادہ نہ ٹھیرے تاکہ میزبان تنگ نہ ہوجائے اگر خود میزبان ٹھیرالے تو اور بات ہے

توضیح۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ پہلے دن کھاتے جو ہوسکے تکلف کرے اور دوسرے و تیسرے دن ماحضر بلا تکلف حاضر کردے۔ اور بلحاظ سفر ایک رات و دن کا توشہ ساتھ دے بشرطیکہ میزبان کے پاس ہو۔

(۲) اگر مسافر کسی عذر یا بیماری کے باعث تین دن سے زائد ٹھرے تو اپنے پاس سے کھائے

ف۔ سفینہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی کا مہمان ہوا۔ اور کھانا کھانے کے قبل بی بی فاطمہؓ نے سیدنا علی سے کہا کہ اگر حضرتؐ کو بلالیا جائے تو بہتر ہے چنانچہ آنحضرتؐ تشریف لائے اور گھر کے ایک گوشۂ دیوار پر (بلاضرورت) پردہ پڑا ہوا ملاحظہ فرماکر واپس تشریف لے گئے۔ اور بی بی فاطمہؓ کے دریافت پر فرمایا کہ مجھ کو یا کسی نبی کو زینت شدہ مکان میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلعم کہ جس وقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس جائے اور جو وہ کھلائے پلائے بلا تکلف کھاپی لے مگر یہ دریافت نہ کرے کہ یہ کہاں سے آیا اور کیسا ہے؟ (ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نیک گمان رکھنا چاہیے) اگر معلوم ہو کہ کھانا مال حرام ہے تو نہ کھائے۔

ف۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا رات میں حضور انور صلعم گھر سے باہر تشریف لے چلے کہ اثنائے راہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا تم کیسے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں شدت بھوک نے گھر سے نکالا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی حال ہے پس چلو تو چنانچہ وہ دونوں بھی حضورؐ کے ہمراہ ہولیے اور

حضورؐ اُن کو ہمراہ لئے ہوئے ابوالہیثم انصاری کے گھر پہونچے مگر وہ گھر میں نہ تھے اون انصاری کی بیوی نے مرحبا کہکر عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنے اہل میں تشریف لائیے حضورؐ نے اون سے دریافت فرمایا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میٹھا پانی لانے گئے ہیں اتنے میں وہ انصاری صاحب بھی آگئے اور حضورؐ اور دونو صحابہؓ کو دیکھکر کہا کہ الحمد للہ آج میرے مہمان دوسروں کے مہمانوں سے بزرگ تر ہیں حضور انورؐ اور دونوں اصحابؓ کو لئے ہوئے اپنے باغ میں لائے اور فرش کرکے بٹھایا اور کھجور کے خوشے جن میں پختہ و گدرے اور خشک کھجور لگے ہوئے تھے حاضر کرکے عرض کیا کہ تناول فرمائیں اور خود دودھ والی بکری ذبح کرنی چاہی مگر آنحضرتؐ نے منع فرمایا کہ وہ دودھ کی بکری ذبح نہ کی جائے بالآخر دوسری بکری ذبح کرکے اس کا گوشت پکنے کے بعد آنحضرتؐ و صحابہؓ گوشت و کھجور تناول اور پانی نوش جان فرماکر حضورؐ نے بتفہیم یہ ارشاد فرمایا کہ بفحوائے قیامت اس نعمت کی پرسش ہوگی کہ تم گھروں سے بھوکے نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے سرفراز فرمایا۔

ف۔ ابوالاحوص جشمی کہتے ہیں کہ اُن کے والد بزرگوار نے رسول اکرم صلعم سے عرض کیا میرا گذر ایک شخص کے پاس ہوا۔ مگر اُس نے میری مہمانداری نہیں کی اگر وہ شخص میرے پاس آئے تو کیا میں بدلہ لوں یا مہمانداری کروں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ مہمانداری کر

توضیح۔ اسلام کی تعلیم تو بس یہی ہے کہ آپس میں بدی یا بُرائی کا بدلہ نیکی سے کئے جاؤ

ع بدی را بدی سہل باشد جزا ٭ اگر مردی احسن الی من اسا

ف۔ اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ (وہ ایک مرتبہ دربار رسالت میں حاضر تھیں کہ) جبکہ کھانا حضورؐ کے سامنے لایا گیا تو حضورؐ نے کھانے کے لئے یاد فرمایا تو عرض کیا گیا

کہ بھوک نہیں ہے حالانکہ بھوک تھی مگر حسب عادت کہدیا جس پر حضور نے فرمایا کہ بھوک اور جھوٹ کو جمع نکرو

ف ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے میزبان اپنے مہمان کے ساتھ کوچہ تک

اپنے گھر کے دروازہ تک جانا سنت ہے۔

غمی

دنیا میں سب کو اپنا اپنا مذہب پیارا ہے اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کی پابندی جان و دل سے کرتا اور چاہتا ہے کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے مگر اپنے دائرہ مذہب سے ایک اینچہ گھٹے نہ بڑھے۔ دوسرے کا مذہب لاکھ اچھا ہو مگر اُس کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مگر افسوس ہے ہم پر اور ہماری عقلوں پر کہ جب کبھی کوئی دینی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے تو نہایت شد و مد سے اوس کا فلسفہ دریافت کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ بھائی! ہمارے مذہب کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہے جب تک اوندھی سیدھی کوئی عقلی دلیل ذہن نشین نہ کی جائے اوس وقت تک قائل نہیں ہوتے۔ عمل تو در کنار۔ مگر ایری غیری رسم و رواج کو آنکھ بند کر کے بلا چون و چرا اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھ کر بلا جبر و اکراہ اختیار کر لیتے ہیں یہ نہیں معلوم یہاں عقل کہاں مارے گئی؟ اگر اس کی کنہ کسی صاحب علم سے دریافت کر لئے ہوتے تو کم از کم اتنا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ رسوم اسلامی نہیں ہیں۔ لاعلمی کی بدولت احکام شرعی جن کی تعمیل ہم پر لازمی تھی پس پشت رہ گئی اور رسم و رواج کی حکمرانی زیادہ استوار ہوتی گئی اب تو مصداق سے۔ پابند ہیں رواج کے مذہب سے کیا غرض؛ قرآن اور حدیث کے مطلب سے کیا غرض
(شہید دہلوی)

ہم مسلمانوں کی مثال اب تو اونٹ سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ مذہبی کوئی کل سیدھی ہی نہیں چنانچہ رسوم میت بھی ایسے ہی پہلے کچھ تو من گھڑت نام و نمود کے لئے جیسے ڈولے پر شامیانہ تاننا مولود شریف پڑھانا۔ عمل اسقاط میں غلہ و نقدی و قرآن مجید کے چند جلدیں مُلا و موذن

وغیرہ کو میت کے کفارہ گناہ میں تقسیم کرنا۔

مخفی مبادکہ اس غیر شرعی عمل سے کلام اللہ کی کیسی سخت بےحرمتی ہو رہی ہے قرآن مجید کفارہ گناہوں کیلئے نہیں نازل ہوا بلکہ اس کو پڑھ کر دین و دنیا کی عقل حاصل کرنے کیلئے اگر قرآن مجید کی تلاوت سمجھ کر کئے ہوتے تو خود معلوم ہو جاتا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ کون کس کے گناہ اپنے سر لے گا۔ اور گناہگار کیفر کردار سے کیسے بچیگا۔ دوسرے اہل ہنود کے جیسے پیدائش کے بعد چھٹی۔ چھلہ شادی میں ہلدی۔ مہندی۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی انہیں کے رسوم رائج ہیں۔ مگر فرق ہے تو اتنا ہے کہ ادن میں رسومات منجر بہ بدعات ہیں تو اس میں بوجہ اس کے کہ انسان کا یہ آخری کام ہے۔ منجر بہ بدعات جیسے تیجہ دہم وغیرہ۔ و شرک جیسے موت اگر چہار شنبہ کو واقع ہوگئی ہے تو جنازہ گھر سے جانے کے بعد دہی کی ہانڈی اس اعتقاد سے پھوڑنا گھر میں چار اموات نہوں اور ایسا ہی چہار شنبہ کو زیارت آئے تو منگل کو اسی اعتقاد سے ادا کرنا کہ چار زیارتیں نہوں۔ یہ عقاید مشرکانہ نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟

دنیا میں یہ مشہور بات ہے کہ موت حیات اللہ کے ہاتھ لاکھ کوشش کرو وقت پر آئی موت ٹل ہی نہیں سکتی اور نہ اس کو کوئی ٹال سکتا ہے جیسا کہ جناب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ (یعنی) جس وقت موت آجائے تو ایک گھڑی گھٹتی بڑھتی نہیں۔ پھر بیچاری دہی کی ہانڈی کیا کریگی۔ اور منگل کیا بنا لے گا۔ کوئی اپنا سر بھی پھوڑ لے تب بھی آئی ہوئی موت رکی ہے نہ رُکے گی۔ مرنے والے ضرور وقت پر مر کر ہی رہیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے رسوم اعتقاد سے بہت جلد توبہ کریں۔ ورنہ مشرک کی

نجات ہرگز نہ ہوگی اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا ۔ اور شرک کے سوا دوسرے گناہ بخشے جائیں گے اور ایسے ہی ایصال ثواب کے لئے میت کی زیارت دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، ششماہی و برسی کر کے دوسری برسی شعبان کی عید میں مردوں کے ساتھ ملا دینا ۔ اور انہیں لوگوں کو تیجہ کی میوہ مٹھائی دسویں کا نان حلوہ چہلم برسی کی بریانی کھلائی جاتی ہے جو نماز جنازہ یا زیارت میں شریک تھے ۔ جیسا کہ ہندو وقوع موت کے وقت یہی رسوم ادا کر کے وارڈیوس یا سرادوں میں ملا دیتے ہیں اور کھانے بھی اسی طریقہ سے کھلاتے ہیں ۔ اور جواز زیارت یا تیجہ کے متعلق یہ حدیث استدلالاً پیش کی جاتی ہے کہ بخاری و مسلم شریف میں بی بی ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریمؐ نے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ و قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کو جائز نہیں ہے کہ کسی کے غم میں تین دن سے زائد سوگ کر کے سنگھار چھوڑے ہاں البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر فرض ہے کہ چار مہینے دس دن (عدت) تک سوگ میں رہے اور سنگھار چھوڑ دے ۔ یہہ حدیث عورتوں کے سوگ کے متعلق صادر ہوئی ہے ۔ مردوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ اس میں یہ کہاں حکم ہے کہ موت واقع ہونے کے تیسرے دن مسجد میں لوگ جمع ہو کر ختم قرآن مجید کریں اور بوقت ختم قرآن ارگجے کے پیالہ میں گلاب کے ہی پھول ڈالے جائیں ۔ اور حاضرین زیارت کو ہی میوہ مٹھائی چنے پھٹانے پان وغیرہ تقسیم کئے جائیں ۔ اگر اس حدیث شریف کو زیارت کے متعلق سمجھا جاتا ہے تو دسویں ۔ بیسویں و چالیسویں وغیرہ ادا کرنے کا اجازت کے کہاں حکم ہے ۔ ختم قرآن مجید کا ایصال ثواب ضرور کیا جائے ۔ مگر طریقہ وہی ہونا چاہئے

جس کو شریعت پسند کرے غرض ان رسوم کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں یہ رسوم مسلمانوں میں اہل ہنود کے میل جول سے عام طور پر رائج ہو گئے ہیں۔ اگر یہہ رسوم دینی ہوتے تو خدا و رسول انہیں واجبات میں شریک فرما کر حکم صادر فرمائے ہوتے مگر قرآن مجید و حدیث شریف وفقہ میں کہیں بھی ان کا ذکر تک نہیں ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آنحضرتؐ وصحابائے کرامؓ و تابعین و تبع تابعینؒ کے زمانہ میں ہزاروں لاکھوں مسلمان مرے مگر نہ کسی کی زیارت ہوئی اور نہ دہم و چہلم و برسی تو ایسے بدعتی رسوم کے کھانے کھلانے سے ایصال ثواب ممکن نہیں اور نہ ایسا کھانا خلاف شرع کسی بھلے مانس کو کھانا جائز ہے

عجب اصول ہیں دنیا میں دنیا داروں کے ؎ گناہ کرتے ہیں اور طالب ثواب بھی ہیں

یہہ سب رسوم اس واسطے ادا کئے جاتے ہیں کہ مردہ کو ثواب پہنچے اور اُس کے کرنے والے میت کے حق میں باقیات الصالحات سمجھے جائیں۔ مگر انصافاً رسوم مروجہ کا مقابلہ احکام شریعت سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسوم مروجہ میں تلاوت قرآن مجید مگر وہ بھی خلاف شرع اور دہم و چہلم کا کھانا کھلانا اور برسی کر کے ایصال ثواب ختم۔

اسلام میں ہر عبادت کا ثواب خواہ وہ بدنی ہو یا مالی مردہ کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ جس گھر میں موت واقع ہوئی ہے اُس گھر والوں کو اہل برادری و محلہ کو کھانا بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو ہمارے یہاں حاضری کہتے ہیں۔

رسوم مروجہ خود ہی خلاف شریعت ہیں تو کہاں کا ثواب الٹے ایسے رسوم ادا کرنے والے ماخوذ ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص عیدگاہ میں قبل نماز عید نفل پڑھنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا۔ جس پر وہ شخص بولا کہ یا امیرالمومنین مجھے معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ میری نماز پر عذاب نہ دیگا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خوب

معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا تاوقتیکہ اس کا کرنا آنحضرت ؐ سے ثابت نہ ہو یا ترغیب نہ دلائی گئی ہو تو تیری نماز عبث ہوگی اور عبث حرام ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ مخالفت نبیؐ کی وجہ عذاب دے سو

خلاف پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

نماز جیسی عام عبادت کیلئے یہ احتیاط ہے تو دوسرے وہ کام کہ جن کا شرع شریف میں کہیں بھی پتہ نہ ہو اگر وہ انجام پائیں تو کیا وہ خالی از عذاب رہیں گے۔؟

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے ایری غیری رسم و رواج کو چھوڑ چھاڑ کر شرعی ایصال ثواب کریں جس سے میت کو بھی ثواب ملے اور خود بھی عند اللہ ماجور ہوں۔ کیونکہ انسان مرنے کے بعد منقطع الافعال ہو جاتا ہے اوس سے کوئی نیکی ہوسکتی ہے اور نہ وہ اپنے گناہوں کی تلافی کرسکتا بایں وجہ ورثا آل و اولاد کا فریضہ ہے کہ اُس کے نجات کے لئے ایصال ثواب کریں ضرور کریں مگر خالص لوجہ اللہ و اطاعت رسول اللہ میں صحیح ہو اگر دونوں میں سے ایک کی بھی کمی ہوگی تو بیکار ہوگا۔ جیسا کہ جناب باری جل شانہٗ کا ارشاد مبارک ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ یعنی جو کوئی شخص سوائے اسلام کے کوئی کام بھی دین سمجھ کر انجام دے (اگرچیکہ وہ لاکھ اچھا ہو) وہ ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

لہٰذا ذیل میں پہلے احکام حاضری اور بعدہٗ ایصال ثواب کے اسلامی طریقہ ملاحظہ فرمائیے

احکام حاضری

ف۔ عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جعفر کے گھر

گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو کہ اون پر ایسی مصیبت کا امر آیا ہے کہ جو اس سے ان کو فرصت نہ ہو گی۔ (ابو داؤد شریف)

۲۔ مسند امام احمد۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ (کتب حدیث شریف) میں انہی حضرت سے مروی ہے کہ جو شخص مرجائے اس کے اہل وعیال کے لئے اس دن قرابت دار و اہل محلہ کھانا پکا کر اس کے گھر بھیجدیں۔

توضیح۔ ظاہر ہے کہ وقوع موت کے بعد اہل وعیال مغموم رہتے ہیں اور انہیں غم سے اتنی فرصت کہاں کہ جو اپنا کھانا آپ پکائیں اس لئے اہل برادری و محلہ کو حکم ہے کہ براہ ہمدردی کھانا پکا کر بھیجدیں۔

۲۔ ہمارے یہاں حاضری کے کھانے میں عموماً موٹے چانولوں کی کھچڑی۔ دہی اور کچی مولی وغیرہ لازماً روانہ کی جاتی ہے حالانکہ بحالت غم روتے دھونے سے جسم میں برودت پیدا ہو جاتی ہے بعضوں کو روتے روتے برد اطراف ہو جاتا ہے دہی۔ مولی۔ مزاجاً ٹھنڈے ہیں ایسے وقت ان کے کھانے سے اندیشہ ہے کہ کھانے والے امراض باردہ میں مبتلا ہو جائیں۔ نہیں معلوم یہہ غذا اس وقت کے لئے کہاں سے تجویز کی گئی حکم میں تو اس کی صراحت نہیں بلکہ جو کھانا میسر ہو وہ پکا کر بھیجنا چاہیئے۔

حدیث شریف مصرحہ بالا میں جو الفاظ (ان پر ایسی مصیبت کا امر آیا) ایسے حاوی ہیں کہ دوسرے مصائب مثلاً گھر جل کر ڈھیر ہو گیا۔ یا ڈاکہ پڑ کر لٹ گئے تو ایسے آڑے وقت میں بھی اس حکم رسالت کے تحت قرابتدار و اہل محلہ براہ ہمدردی کھانا پکا کر بھیج سکتے ہیں

اسلامی ایصالِ ثواب

کسی کام کا ثواب مردہ کو پہونچانا کہ اس سے مردہ کو فائدہ پہنچے اور	ایصال ثواب کی تعریف اور اس کے اقسام

اس کے دو قسم ہیں :-

الف - روحانی جیسے دعا بخشش وخیر - **ب** - اعمالی جیسے خیرات جاریہ وغیرہ

قرآن مجید سے ماں باپ کیلئے دعا مغفرت کرنا جیسے رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا - یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر رحم کیا - اور ماں باپ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا جیسے ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (یعنی) اے ہمارے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ اور سب ایمان والوں کو روز حساب (قیامت میں) بخش دے -

اور ایسا ہی ماں باپ بھائی وایماندار مرد و عورت کے حق میں دعا مغفرت کرنا ثابت ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بمصداق ادعونی استجب لکم قبول فرمائے گا - اور اس کے علاوہ سورہ کہف میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا ج والبٰقیٰت الصالحٰت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا ٭ یعنی مال اور اولاد زندگی کی زینت ہیں اور باقیات الصالحات بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب میں اور یہ بہترین امید ہے چنانچہ اس اجمال کی تفصیل رسول اکرم صلعم نے اس طرح فرمائی ہے کہ :-

ف ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اوس کا عمل کٹ گیا اور موقوف ہوگیا مگر تین چیزوں کے عمل سے موت کے بعد بھی مثاب و ماجور ہوسکتا ہے - پہلے خیرات وصدقہ جس کا فائدہ ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے مثلاً تعمیر مسجد و سرائے وغیرہ - رفاہ عام - دوسرے فیضان علم کہ جس سے خلق فائدہ پائے تیسرے نیک بخت بیٹا جو باپ کے واسطے دعا کرے (ابوداؤد شریف)

الغرض انسان موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھکر جس قدر جلد ہو سکے کار خیر کر جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے نام ونشان مر جائے۔ فی الحقیقت مردہ وہی ہے جس کے بعد کوئی نام ونشان باقی نہ ہے

س زندۂ جاوید گشت ہر کہ نکونام زلیست کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

ف۔ ابو اسیدؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر دربار رسالت تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ سلوک کرسکوں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں چار باتیں ہیں (۱) ان کے حق میں دعا کرنا اور استغفار کرنا (۲) ان کے قول وقرار کو پورا کرنا (۳) اُن کے دوست کی تعظیم کرنا (۴) جو ناتا انہیں کے واسطے سے ہو اُس کو جوڑنا۔ (ادب مفرد بخاری شریف)

توضیح۔ استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے بخشش کے لئے دعا کرنا کئی قسم کا ہوتا ہے۔ جیسے تلاوت قرآن مجید نفل نماز و روزہ۔ خیر خیرات۔ کھلانے پلانے سے تو آل واولاد کا فریضہ ہے کہ ماں باپ کی بخشائش کے لئے دعا وایصال ثواب کیا کریں۔

الف۔ عباداتِ بدنی کا ایصال ثواب۔

(۱) تلاوت قرآن مجید

ف معقل بن یسار سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ (جب کوئی مرنے لگے تو) یٰسین شریف پڑھو

توضیح۔ تاکہ اسکی سماعت کی برکت سے سکرات کی تکلیف میں تخفیف و اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو (ابوداؤد شریف)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی مرجائے تو جلدی دفن کروا دو اور دفن کے بعد سرہانے سورہ بقر کی ابتدائی آیتیں (الٓم سے مفلحون تک) اور پاؤں کی طرف سورہ بقر کا خاتمہ (آمن الرسول تا آخر) (بیہقی شریف)

ف۔ آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین شریف پڑھو (ابوداؤد شریف)

ف۔ انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں سورۂ یٰسین شریف پڑھے

تو مردوں کو اس دن عذاب میں تخفیف ہوگی اور پڑھنے والے کو بقدر اموات (جو اس قبرستان میں مدفون ہوں) نیکیاں ملیں گے (دار قطنی شریف)

ان احادیث شریفہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب پہنچتا ہے اگر وہ جنتی ہیں تو ان کے مدارج میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر دوزخی ہیں تو ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے مگر تیسرے ہی روز بنام زیارت مقرر کرکے قرآن مجید ختم کرانا اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو میوہ مٹھائی و چائے وغیرہ معاوضہ دینا اور ایسے ہی حافظ کو اجرت دیکر قبر پر قرآن پڑھوانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جب قرآن مجید پڑھنے والے معاوضہ پالئے تو وہ ثواب کے مستحق نہیں رہے۔ تو پھر مردہ کو کیا بخشیں گے چنانچہ ہدایہ (جو فقہ کی ایک مستند کتاب ہے) میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ نہ کھایا کرو تم اجرت قرات قرآن سے جیسا کہ قبر پر قرآن خوانوں کو مزدور رکھتے ہیں اسکا ثواب نہ میت کو نہ پڑھنے والے کو اس حدیث شریف سے دونوں امور یعنی تیجہ میں میوہ مٹھائی دیکر اور قبر پر مزدوری دیکر ختم قرآن مجید کرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں البتہ میت کے اقارب احباب بلا تعین دن یعنی مرنے کے بعد کسی بھی دن للہ قرآن مجید پڑھکر مردہ کو بخشیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت قرآن مجید کا ثواب اللہ تعالیٰ مردہ کو دے گا اور تلاوت کرنے والے بھی ماجور ہوں گے۔

ف۔ دار قطنی شریف (جو حدیث شریف کی معتبر کتاب ہے) میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ وہ اپنے والدین کے مرنے کے بعد اون کیساتھ کیسی نیکی و احسان کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے ساتھ اُن دونوں کیلئے (نفل) نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ اُن دونوں کیلئے (نفل) روزہ رکھے

ف۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ سے عرض کی کہ میری ماں پر رمضان شریف کے روزہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو کیا ادا نہ کرتی؟ اس عورت نے عرض کیا کہ ضرور ادا کرتی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ (روزے) ادا کرنا زیادہ احق ہے۔ (مسلم شریف)

ف۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کو سمندر کا سفر درپیش تھا اور اس نے نذر کی

مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے نجات دیگا تو ایک مہینے کے روزے رہینگی اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دی مگر وہ روزے نہ رکھ سکی حتیٰ کہ مرگئی بعدہٗ اس کی بیٹی یا بہن نے آنحضرت سے عرض کرنے پر آپؐ نے فرمایا تو اس کے طرف سے روزے رکھ لئے۔

عبادات مالی کا ایصالِ ثواب

(۱) فریضہ حج

ف۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور انور صلعم سے عرض کیا کہ میرا باپ بلا حج مرگیا ہے کیا میں اُس کے طرف سے حج ادا کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو کیا ادا نہ کرتا؟ اُس نے عرض کیا ضرور ادا کرتا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کے طرف سے فریضہ حج ادا کردے (نسائی شریف)

ف۔ بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے خدمت میں ایک عورت حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے اپنی ماں کی طرف سے ایک لونڈی آزاد کی تھی (میری ماں مرگئی ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرا ثواب ثابت ہوگیا پھر عرض کی کہ میرے ماں باپ پر ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا میں اُن کے طرف سے روزے پورے کرسکتی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا تو اُن کے طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اُس عورت نے عرض کی کہ میری ماں نے کبھی حج بھی نہیں کیا تو کیا میں اوس کے طرف سے حج کرلوں تو آپ نے فرمایا تو اوس کی طرف سے حج کرلے (مسلم شریف)

(۲) قربانی کا ایصالِ ثواب

ف۔ حنشؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہٗ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ دو دنبے کیسے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے

وصیت فرمائی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے طرف سے بھی قربانی ادا کیا کروں اس لئے میں اپنی
~~قربانی ادا کیا کروں اس لئے میں~~ اپنی قربانی کے ساتھ آنحضرتؐ کے طرف سے بھی قربانی ادا کرتا ہوں (ابوداؤد شریف)

(۳) رفاہ عام کا ایصال ثواب

ف۔ سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اس کیلئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا پانی چنانچہ میں نے ایک کنواں کھدوا کر کہا کہ اس کا ثواب سعدؓ کی ماں کو پہنچے۔ (ابوداؤد شریف)

ف۔ ترمذی شریف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں اس کے طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع پہونچے گا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں تو اس شخص نے ایک باغ راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔

(۴) کھلانے سے ایصال ثواب

ف۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص رمضان شریف میں بیمار ہو کر مر جائے تو اس کے جانب سے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے کیونکہ اس نے مرض سے صحت نہیں پائی اگر نذر ہے تو اس کے طرف سے اس کا ولی پورے کرے۔

ان تمام احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ میت کے انتقال کے بعد سے لیکر اس کے ورثا اپنی حیات تک ایصال ثواب خواہ عملی جیسے تلاوت قرآن مجید نفل نماز و نفل روزے وغیرہ۔ خواہ مالی جیسے حج بدل۔ قربانی۔ غلام باندی آزاد کرنے۔ کھلانے پلانے کپڑا و نقدی۔ یا کوئی رفاہ عام کا کام جس سے عامہ خلائق کو فائدہ پہونچے۔ مثلاً مسجد۔ کنواں سمرا۔ مدرسہ وغیرہ بنائیں۔ یا کسی دینی کام جیسے قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ کے

کے کتابیں چھپوا کر للہ تقسیم کریں یا کسی یتیم کی پرورش و خبر گیری یا کسی مسلمان مرد یا عورت کی دینی ضرورت پوری کریں حتیٰ کہ اپنے مُردوں کو اول و آخر درود شریف پڑھ کر دعاؤں میں شریک کر کے ادن کے بخشش کے لئے دعائیں کریں مگر طریقہ وہی ہونا چاہیئے کہ جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والتسلیم نے تعلیم فرمایا ہے یعنی حلال مال سے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے نام پاک پر اُسکی خوشنودی و رضامندی کیلئے خیرات کر کے میت کو اُس کا ثواب پہنچائیں اُس میں دن تاریخ مہینے اور وقت کے قید کی ضرورت نہیں کیونکہ سوائے نماز روزے کے ہر ایصال ثواب کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر وقت مقرر ہو جائے اور روپیہ پاس نہ ہو تو تاریخ مقررہ ٹالدینا پڑے گا۔ یا بدنامی کے خوف سے قرضہ لاکر ایصال ثواب کرنا ہوگا۔ پھر آجکل قرضہ حسنہ کون دے سودی قرضہ سے ایصال ثواب کرنا گویا نیکی برباد گناہ لازم اور دن تاریخ مقرر کرنا خلاف شریعت بھی ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے یہ استفتاء کیا گیا کہ خدا کے نام پر کھانا پکوا کر ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلعم اور ماہ محرم میں حسین رضی اللہ عنہٗ کا ایصال ثواب کر کے کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے یہہ جواب دیا ہے کہ "انسان اپنے کام کا مختار ہے۔ اپنا ثواب عمل بزرگان دین یا کسی کو بخش سکتا ہے۔ مگر اس کیلئے دن تاریخ۔ مہینے۔ وقت مقرر کرنا بدعت ہے۔ مگر ہاں ایسے وقت یہہ ایصال ثواب کیا جائے کہ جس میں ثواب زیادہ ہو مثلاً ماہ رمضان میں بندہ مومن کا عمل ستر درجہ اور اوقات سے زیادہ ثواب رکھتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے بقول سیدنا علیؓ اس پر ترغیب دلائی ہے جس بات پر شارع کی ترغیب نہ ہو وہ فعل عبث ہے اور عبث یعنی مخالف سنت حرام ہے پس اس کا کرنا ناجائز۔ اگر اس پر بھی دل چاہے تو بطور مخفی خیرات کرے"

(فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ کنز العلوم حیدرآباد)

ایصال ثواب کی نیت

جو بات دل میں آتی ہے وہی نیت ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ نِیَّاتِکُمْ۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتیں بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور نیتوں کو

چنانچہ اسی کا خلاصہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یعنی ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو ایصال ثواب کیلئے بدل اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ پروردگار عالم یہ کھانا یا کپڑا یا نقدی جو چیز بھی ہو میرے نام پر خیرات کرتا ہوں یا کرتی ہوں تو اس کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے ماں باپ کو (یا جن کے نام پر پہونچانا ہو اس کا نام لیا جائے) پہنچا تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس میت کو ثواب پہونچے گا۔

چنانچہ ادب مفرد بخاری شریف میں ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی میت کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ کیا (سرفرازی) ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرے لڑکے (ورثار) نے تیرے لئے استغفار کیا (استغفار کی صراحت اوپر کر دی گئی)

ایصال ثواب کے کھانے پر فاتحہ

جبکہ اہل ہنود اپنے بڑوں کا واڑ دیوس یا سرادین یعنی برسی کرتے وقت گھر لیپ کر چوکھا جماتے اور اس پر اچھوتے کھانے کے برتن رکھتے اور لوبان جلا کر برہمن سے منتر و شلوک پڑھایا کرتے ہیں۔ اسی طرح لاعلمی سے ہندوستان کے مسلمان بھی انہیں کے دیکھا دیکھی اسی انتظام سے کھانے کے ایصال ثواب کے موقع پر عود و لوبان جلا کر کھانے پر فاتحہ (سورہ فاتحہ و قل) ملاسے پڑھایا کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم کسی کتاب میں بھی نہیں نہ مروجہ عرب ہے۔ بخلاف اہل ہنود مسلمانوں میں متعدد طریقہ سے ہر

عبادت بدنی و مالی کا ثواب مردوں کو بخشا جاتا ہے جس میں کھانا بھی داخل ہے۔ اگر فاتحہ
خوانی مذہبی ہوتی تو جیسا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے ویسے ہی کپڑے۔ نقدی خیرات وغیرہ
تیاری کنواں وسرائے وغیرہ پر بھی پڑھنا ضروری تھا اور نہ صرف کھانے پر فاتحہ پڑھنا ترجیح بلا مرجح
۲۔ جبکہ کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا کوئی حکم نہیں ہے تو یہ فاتحہ پڑھنا فعل عبث اور عبث حرام ہے
ایصال ثواب کے لئے محض خالص نیت حسب صراحت بالا کافی ہے۔ غور کرنے سے معلوم
ہوگا کہ قرآن مجید کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ یوں کھانے پر پڑھا جائے۔ کیونکہ غلہ کا نشوونما
کھاد پر منحصر ہے اور کھاد میں مغلظات شریک رہتے ہیں۔ اور اس کے کھانے کے بعد جو
نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ نہایت درجہ نجس العین ہے اور قرآن پاک از سرتاپا پاک اور وہ کلام
الٰہی ہے ایسی مقدس چیز کا کھانے پر تعظیماً کھڑے ہوکر پڑھنا سخت بے ادبی ہے۔
چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ
کے صفحہ ۲۴۳ میں فرماتے ہیں کہ کھانے پر قرآن مجید پڑھنا بے ادبی ہے۔

ایصال ثواب کے کھانے کے مستحق

ایصال ثواب کے کھانے کے مستحق صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طَعَامُ الْمَيِّتِ
يُمِيتُ الْقَلْبَ یعنی میت کا کھانا دل کو مار ڈالتا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ کھانا
اللہ تعالیٰ کے نام خیراتی کھانا ہے جس کا ثواب مردہ کو بخشا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وہی
بندہ اس کھانے کا مستحق ہے جو اس کے نام پر توکل کئے بیٹھا ہے جس کو مسکین یا فقیر
کہتے ہیں نہ کہ صاحب دولت چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ
نے کہ اَلصَّدَقَةُ لَا يَحِلُّ الْغَنِيَّ یعنی صدقہ کا مال کھانا مالداروں کو حلال نہیں ہے
اور شیخ عبدالحق صاحب دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جامع البرکات میں لکھتے ہیں کہ جو کھانا

ایصال ثواب کے لئے کھلایا جائے وہ فقط مسکینوں و محتاجوں کا حق ہے۔ چنانچہ اکبر علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو ایک شعر میں ادا کیا ہے ؎

حکم دیتا ہے مجھ کو اُس کا دین ٭ اس لئے کی ہے دعوت مسکین

مگر فقرا و مساکین بھی ایسے ویسے نہ ہونا چاہیئے بلکہ نمازی متقی جیسے کہ مشکوٰۃ شریف میں ارشاد النبوی ہے کہ لا یاکل لقمتك الا تقی۔ یعنی تیرا لقمہ بھی جو کھائے وہ پرہیزگار ہو۔ الغرض ایصال ثواب کے کھانے کے متقی مساکین و فقرا مستحق ہیں۔ امرا و مالداروں کو یہ کھانا کھلانا محض بیکار ہے۔ ایسی دعوت میں نہ ان کو بلانا چاہیئے اور نہ خود ان کو جانا چاہیئے۔

ہندوستان میں اسی ایصال ثواب کے سلسلہ میں سالانہ مشاہیر و بزرگان دین کے اعراس ہوا کرتے ہیں جن کے حسن و قبح پر بھی ایک نظر شرعی ڈالنا ضروری ہے۔

اعراس

اعراس۔ عرس کی جمع ہے۔ عرس لغت عربیہ میں اس کھانے کو کہتے ہیں کہ جو شادی و بیاہ کے موقع پر کھلایا جاتا ہے مگر یہاں مجازاً وہ کھانا مراد ہے کہ جو کسی بزرگ یا مشاہیر کے روز وفات سے سال بھر کے بعد فاتحہ دلا کر کھلایا یا تقسیم کیا جاتا ہے

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

۲۔ یہاں تو نہ صرف کھانا کھلانے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ عرس کی تاریخ مقررہ سے قبل بذریعہ اشتہارات و اخبارات تاریخ و نظام الاوقات معینہ کی اطلاع دی جاتی اور دعوتیوں کے نام رقعہ جات تقسیم کئے جاتے ہیں کہ شرکت سے داخل حسنات ہوں۔ آہک پاشی و غسل مزار کے بعد ایک بڑے مشہور و معروف مقام سے صندل

کا جلوس باجے گاجے فوج ومجمع کے ساتھ نہایت کروفر سے ذکر کلمۂ طیبہ قدم بہ قدم کرتے ہوئے۔ زردوزی یا فقیری بانے کے رنگ کے شامیانہ کے نیچے کشتیوں میں صندل کے شاہ کا سے اور مزار کا نیا غلاف اور پھولوں کے چادریں سرپوشوں سے ڈھکنے ہوئے سجادہ صاحب یا ورثا، سر پر لئے ہوئے اس دھوم دھام وشان وشوکت سے جیسے کسی دولہے کی برات نکلی ہے بڑے بڑے بازاروں وسڑکوں سے گشت کرتے ہوئے مزار پر پہنچایا جاتا ہے پھر غلاف سابقہ علیحدہ کر کے مزار کی صندل مالی ہوتی اور تازہ غلاف اور اس پر پھولوں کے چادریں چڑھائی جاتی ہیں مگر اس صندل مالی مزار کا فلسفہ کچھ سمجھ میں نہ آیا کیونکہ صندل تو زندوں کے دردسر کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے مگر ایک ایرانی شاعر تو یہ کہتا ہے ؎

نہ رود دردِ سرِ ہند پس از مردن ہم ✣ ہر سرِ قبر درین جاست پئے صندل محتاج

دوسرا روز چراغوں کے نام سے موسوم ہے اُس روز بکثرت چراغیں روشن کئے جاتے اور بجلی کے قمقموں وغیرہ کی روشنی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی اور اس روز دعوتیوں کو کھانا بھی کھلایا جاتا اور حصص بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور چراغوں کے روز ہزاروں تماشبیں وسینکڑوں زائرین کا مجمع رہتا اور اسی روز بیسیوں مرادمند بھی اپنی اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اور دیہات میں اسی مقررہ روز پر ناریل پھوڑے جاتے اور جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں۔ جیسے جاترہ میں ہنود کرتے ہیں تیسرے روز بعض جگہ ختم قرآنِ مجید مثل زیارت دن میں اور رات میں باسی چراغیں جلا کر عرس ختم کیا جاتا ہے۔

۲۔ اگر ان رسوم کو احکام شریعت کے روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو اسلام ایسا سیدھا سادھا مذہب ہے کہ نام نمود ونمائش وفضول خرچی کے کاموں سے

روکا گیا ہے اگر اس پر بھی دنیا میں کسی کا عرس منانے کے قابل ہے تو سب سے اول خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منانا چاہیئے مگر آنحضرت کا کوئی عرس نہیں منایا جاتا بلکہ بخلاف اس کے ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور انور صلعم نے

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ

(ترجمہ: میری قبر کو مسرت گاہ مت بناؤ البتہ درود پڑھو مجھ پر بیشک وہ پہونچایا جاتا ہے مجھ کو تم جہاں کہیں پڑھو۔
(مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ النبی)

جب سرور کائنات صلعم نے یہود و نصاریٰ کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنے اپنے بزرگوں وغیرہ کی قبروں پر سال بسال مثل عید کے میلے جماتے۔ اور ان کے قبروں سے منتیں۔ مرادیں مانگتے ہیں تو آپ نے اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا کہ تم میری قبر کو مسرت کی جگہ مت بناؤ۔ جیسے کہ عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہن کر خوشی خوشی ہر سال وقت مقررہ پر جمع ہوتے ہیں ایسا تم نہ کیا کرو۔ (کیونکہ قبر تو عبرت کدہ ہے اور اپنی موت کو یاد دلانے کی جگہ ہے) بلکہ مجھ پر درود پڑھا کرو تم جہاں سے پڑھو گے مجھے پہونچا دیا جائے گا۔

جبکہ آنحضرت صلعم کی قبر اطہر پر یہ بات منع فرمادی گئی ہے تو اس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے

۳۔ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وصیت پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عطا بن یسارؓ سے منقول ہے کہ آپ نے پروردگار عالم سے یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِہِمْ مَسَاجِدَ (مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور) (ترجمہ) اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا یو کہ پوجی جائے شدت سے غضب ہو اللہ تعالیٰ کا ان پر کہ جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ جیسے مساجد میں نماز پڑھنا۔ اعتکاف بیٹھنا ثواب ہے ایسے ہی نماز یو

کے لئے پانی رکھنا۔ صفائی و فرش و فروش کرنا چراغ روشن کرنا ثواب عظیم ہے اسی طرح اگلی امتیں یعنی یہود و نصاریٰ اپنے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مثل مساجد انتظام کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے ملاحظہ فرما کر اُدھر جناب باری تعالیٰ میں دعا فرمائی کہ میری قبر نہ پوجی جائے اور ادھر اُمت کو حکم فرمایا کہ ؎ بنانا نہ تربت کو میری صنم تم ٭ نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم (حالی مرحوم)

۴۔ وصیت و دعا سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آقائے نامدار صلعم نے اس معاملے میں اپنی اُمت کو کیا حکم فرمایا؟ ۔ جندبؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهٰکُمْ مِنْ ذٰالِكَ (ترجمہ) آگاہ رہو کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے نبیوں اور صالحین کے قبروں کو مساجد بنائے پس تم مت بناؤ قبروں کو مسجدیں۔ میں تمہیں اس کام سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث شریف کے صدور سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور انور صلعم نے کسی پیغمبر یا صالحین (جن میں اولیا و شہدا وغیرہ بھی شامل ہیں) کے قبور پر مسجد کے جیسے شایان شان کام کرنے کو منع فرمایا انتظامات عرس پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عرس میں بھی وہی انتظامات کئے جاتے ہیں جیسے صفائی۔ فرش و فروش۔ روشنی زاید از ضرورت۔ لوگوں کا وقت مقررہ پر بخوشی اچھے پوشاک پہنے جیسے ادائی نماز جمعہ یا عیدین کیلئے حاضر ہوتے ہیں جمع ہونا اور اس سے بھی سوا کام رقص و سرود و مینا بازار اور قوالی ہوا کرتے تھے مگر الحمد للہ اس دور عثمانی و فیض رحمانی میں رقص و سرود و مینا بازار کا قیام اگرچہ مسدود ہو گیا ہے مگر قوالی تو ہوا کرتی ہے۔ جن کی اُمت میں ہمیں ہونے کا فخر حاصل ہے اُن کے حکم امتناعی کے بعد بھی کیا ہم ایسے تقاریب انجام دینے کے مجاز ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۵۔ آقائے نامدار صلعم نے پہلے وصیت بعدہٗ دعا اور پھر حکم امتناعی صادر فرمایا اور بالآخر

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لَعَنَ اللّٰہُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (مشکواۃ شریف باب المساجد) ترجمہ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے اُن عورتوں پر جو زیارت کریں قبروں کی۔ اور جنہوں نے قبروں کو مساجد بنا کر قبروں پر چراغ جلائے

ان احادیث امتناعی ولعن وطعن کے پیش نظر کس کی جرات ہوسکے گی کہ جو حضور انورؐ کا سالانہ عرس منائے۔ یا اپنے بزرگوں کا عرس کرے۔ انہی احادیث ممنوعہ وغیرہ کی وجہ سے نہ خلفائے راشدین۔ واصحاب ذوالاحترام وآئمہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اور نہ غوث پاک سیدنا ومرشدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کا عرس ہوتا ہے اور نہ کسی بلاد اسلامیہ میں یہہ تقریب ادا کی جاتی ہے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہندوستان میں مسلمان کیوں اپنے بزرگوں کا عرس کیا کرتے ہیں؟ بادی النظر میں اس کا جواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ

جبکہ مسلمان ہندوستان آئے اُن سے ہندو نہایت خائف اور مجتنب رہا کرتے تھے مگر مسلمان ہندوستان کی شادابی سے ایسے مست وسرشار ہوئے کہ توحید کی نشہ رفتہ رفتہ کافور ہونے لگی اور زندگی کے لئے "بائیں مردماں باید ساخت" کا نظریہ پیش نظر رہا اور ہندوستانیوں کے ہر کام میں شریک رہ کر ایسا میل جول پیدا کیا کہ ہندوستانیوں نے اپنے لڑکیاں مسلمانوں کو بیاہ دیں۔ مسلمانوں کے گھر یہاں کی لڑکیاں کیا آئیں کہ وہ اپنے دہیز میں سارے ہندوستانی رسوم وتہوار لیتی آئیں۔ اور ایک ایک کر کے بجائے رسوم اسلامی کے بہ تبدیل نام سب رسوم جاری کرالیں اور مسلمان ہندوستانی ہمدردی وہمسائیگی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنے وطن کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو بھی طاق نسیاں میں رکھدیا۔ اور ہندوؤں کے ساتھ ایسے شیر وشکر ہوگئے کہ ع

"کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

۲۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے اپنے نبیوں و بزرگوں کے قبروں پر ہر سال میلے جاتے منتیں مرادیں مانتے اسی طرح ہندوستان میں بھی ہنود اپنے اپنے اوتاروں و دیوتاؤں کی برسی کے موقع میں جاترا مناتے ہیں۔ پہلے تو مسلمان رواداری کو روا رکھکر تماشہ بینی یا ان کو خوش کرنے کے لئے جاتراؤں میں شریک ہوتے لگے۔ ادھر ہنود نے بھی بڑے تپاک سے اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور ہر طرح کی آؤ بھگت سے پیش آئے اور اُدھر جاتراؤں میں جاتریوں کی آمد و رفت سے بڑی چہل پہل اور کثرت روشنی وغیرہ سے میلے جگمگاتے نظر آئے تو ان کے دیکھا دیکھی یا اُن کے خوش کرنے اور ان کی شرکت کی غرض سے آؤ دیکھے نہ تاؤ اپنے یہاں بھی بزرگانِ دین کے برسی کا طریقہ بنام مزداعراس جاری کیا۔ جن میں ہنود بھی بکثرت شریک ہوتے رہے۔ مگر اب زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ یہاں اعراس میں صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں

دل دیا جان بھی دی دیدیا ایمان اپنا ہے پر عزیز و نہ ہوا ہائے وہ جاناں اپنا

۳۔ مختصراً عرس و جاترا کا مقابلہ ذیل میں کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کا مذہب پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔

الف۔ جاترا میں دھوڑے۔ نوبت و نقارہ باجا بجنتر بجا کرتے ہیں تو اعراس میں نہ صرف زمانہ عرس بلکہ گنبدوں و مزاروں پر پختہ نقارخانے تیار ہیں۔ جن پر نوبت ہمیشہ باوقات مقررہ جیسے دیوڑیات وغیرہ پر بجا کرتی ویسے ہی بجا کرتی ہے حالانکہ مشکوٰۃ شریف باب الخمر میں ابو امامہ رضہ سے مروی ہے کہ فرمایا آقائے نامدار صلعم نے کہ بَعَثَنِی رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَهُدًى لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا مجھ کو رحمت اللعالمین وہادی العالمین اور حکم فرمایا مجھ کو میرے رب عزوجل نے معازف اور مزامیر کے اور بتوں وصلیب اور جہالت کے کاموں کو دفع کرنے کا۔

حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام نے اپنے بعثت کے وجوہ جو ظاہر فرمائے ہیں ان میں سے مسلمانوں کے لئے ترک رسوم جاہلیہ و ترک باجوں کی پابندی لازمی ہے مگر افسوس ہے کہ رسوم جاہلیہ باجے گاجے نہ صرف شادی بیاہ میں بلکہ مزاروں وگنبدوں میں بجا بجا کر اعراس منائے جاتے ہیں۔

(ب) جاترائیں جاترائی (مرد وعورت) دور دور سے سفر کرکے عبادۃً شریک جاترا ہوا کرتے ہیں جیسے پنڈھرپور کی جاترائیں۔ ایسے ہی زائرین (مرد وعورت) بھی دور دور سے سفر کرکے اعراس میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر بروائت ابوسعید خدریؓ حضور انور صلعم فرماتے ہیں کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا

(ترجمہ) سفر نہ کیا جائے (عبادتاً وتعظیماً) سوائے تین مساجد کے (۱) مسجد الحرام یعنی کعبہ کی مسجد (۲) مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد (۳) میری یہ مسجد یعنی مدینہ منورہ کی مسجد۔

(مشکوٰۃ شریف باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

پہلے تو عورتیں بروایت ابن عباسؓ مصرحہ بالا زیارت قبور کے مجاز ہی نہیں ہیں بریں ہم اگر کوئی قصد کرے تو اس کے حق میں چار حروف (لعنت) صادر ہیں۔ اب رہ گئے مرد۔ انہیں عبادتاً وتعظیماً تین ہی مساجد کی طرف سفر کرنے کا حکم ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ضرورتاً کسی مقام پر جائے اور وہاں کسی بزرگ کی مزار ہو تو بخوشی زیارت وایصال ثواب شرعی ادا کر سکتا ہے کیونکہ زیارت قبور سنت ہے جیسا کہ ابوداؤد

ابوداؤد شریف پارہ (۲۰) میں بریدہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت نے کہ "میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب قبروں کی زیارت کرو کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

ج۔ جاترا کے چراغوں کے روز شب میں رت گشتی بڑی دھوم دھام اور بہت روشنی اور گاجے باجے سے کی جاتی ہے۔ اور رت پر جاترائی اپنے اپنے بچے وارتے ہیں اسی طرح جبکہ دوازدہم شریف و محرم الحرام میں محبوب کی مہندی و علم و تعزیتوں کے شب گشت کے موقع میں مسلمان بھی اپنے اپنے بچوں کو ان پر سے اس اعتقاد سے وارتے ہیں کہ بچے کی باصحت و عافیت عمر دراز ہو اور اس کے صدقہ میں بچہ ہر بلا سے محفوظ رہے اور مزاروں کی مزار بوسی وغیرہ اس طرح کی جاتی ہے کہ حاضر موقع یہ سمجھ لیتا ہے کہ زائر مزار کو سجدہ کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْ۔

د۔ اسی جاترا کے موقع میں مرادمند جاترائی اپنے نذریں۔ جانوریں ذبح کرکے ادا کرتے ہیں ایسے ہی مسلمان بھی اپنی اپنی نذریں و جانوریں ذبح کرکے ادا کرتے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد ہی نیاز نذر کے احکام بھی ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے) الغرض اعراس میں جس قدر رسوم ادا کئے جاتے ہیں وہی کم و بیش جاتراؤں میں بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ایصال ثواب کے احکام جو صادر فرمائے ہیں وہ کافی سے وافی ہیں ان کو چھوڑ کر ایسے ویسے رسوم کا ادا کرنا مسلمانوں کے شایان شان نہیں کیونکہ رسوم اعراس میں رسوم جاترہ کی مشابہت تامہ ہے۔ جس کے نسبت سرور کائنات صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو شخص (اپنے کاروبار میں) جس کسی قوم کی مشابہت پیدا کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا اور چراغوں کے جلانے اور تکلفات میں جو لایعنی

اخراجات کئے جاتے ہیں اس سے اسراف لازم آتا ہے۔ جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ

(یعنی) بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اور پھر ادائی عرس میں توحید جس کے بل بوتہ پر اسلام کی بنیاد قائم ہے وہ باقی نہیں رہتی۔ کسی کو دیکھو تو مزار پر مقصد براری کے لئے عرضیاں آویزاں کر رہا ہے۔ کسی کو دیکھو تو مزار کے اطراف مثل طواف گھوم رہا ہے کسی کو دیکھو تو مزار کے پائیں پر بطور سجدہ پڑا ہوا اپنی مرادیں مانگ رہا ہے بقول اکبر علیہ الرحمہ ؎

نظر میں آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی رہے ؞ قبر کی پائیں پہ لیکن مری جبیں جھکی بھی رہے

شرک ایسی بلائے بے درماں ہے کہ اس کے ہوتے مسلمان کی کوئی عبادت وطاعت و خیر و خیرات تاوقتیکہ تائب نہ ہو۔ قبول نہیں ہوتی۔ اور نہ آخرت میں لائق نجات قرار پاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

یعنی۔ بیشک اللہ تعالیٰ شرک جو اس کے ساتھ کیا جائے ہرگز نہ بخشے گا ماسوا شرک کے ہر گناہ بخشا جاسکتا ہے

۲۔ چنانچہ انہی احکام مقدسہ کے پیش نظر صوفیائے کرام و علمائے ذوالاحترام نے اس تقریب عرس پر جو فتوے صادر فرمائے ہیں وہ بھی لائق ملاحظہ ہیں۔

فتوے

الف۔ حضرت مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ جو ایک مشہور صوفیائے کرام سے ہیں۔ وہ اپنی کتاب معمولات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عرس سے جماعت صوفیا متقدمین کی مخالفت ہوتی ہے کہ وہ حضرات اس رسم سے پاک تھے۔ کیونکہ عرس میں تزئین مزار کے لئے فرش و فروش وغیرہ کے لئے سوال کرنا پڑتا ہے۔ اور کثرت

روشنی و چراغوں سے اسراف لازم آتا ہے۔"

(ب) آنفقیہ محترم حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب علیہ الرحمہ اپنی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ وَلَا یَجُوزُ مَا یَفْعَلُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ عَلَیْهَا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْیَادِ وَیُسَمُّوْنَهٗ عُرْسًا۔ ترجمہ۔ جائز نہیں وہ کام جو جاہل اولیاء و شہدا کی قبروں پر کرتے ہیں۔ یعنی سجدہ اور طواف کرنا اور اس پر چراغیں جلانا اور مسجد بنانا۔ اور سال کے بعد اُن پر جمع ہونا مثل جمع ہونا عید کے دن کے اور نام رکھتے ہیں ان کا عرس۔

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ محدث دہلوی اپنے فتاوائے عزیزیہ میں عندالاستفسار فرماتے ہیں کہ قبروں پر سب آدمی ایک دن مقرر کر کے اور کپڑے اچھے پہن کر خوشی مثل عید قبروں پر جمع ہوتے ہیں۔ ناچ گانا اور باجا اور دوسرے ممنوعہ کام جیسے سجدہ، طواف قبروں کا کرتے ہیں۔ بیشک یہہ سب حرام اور ممنوع بلکہ بعض کام تو حد کفر کو پہونچتے ہیں۔ اور یہی محل دو حدیثوں کا ہے۔ وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا۔ وَاللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا الخ۔ یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

امتناعی احادیث شریفہ و فتاوائے مندرجہ بالا کے مقابلہ میں صاحبان بصیرت رسوم اعراس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اعراس مروجہ میں کیا یہی افعال ممنوعہ سرزد نہیں ہو رہے ہیں؟

جبکہ رسول اللہ صلعم پر ہم ایمان لائے اور عرصۂ محشر میں رسول اکرم صلعم کو شفیع المذنبین برحق مان لیئے تو ہمارا فرض اولین ہونا چاہیئے کہ اطاعت رسول اللہ

جو عین اطاعت اللہ ہے بطیب خاطر و بلا چون و چرا احکام رسالت پناہی کی تعمیل بسر و چشم کیا کریں جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

یعنی۔ تمہارے رسول جو تمہیں (حکم) دیں اس کو لے لو (تعمیل کرو) اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو۔

کیونکہ اس کے وثوق میں ربّ العزت فرماتا ہے کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (ترجمہ) (رسول اللہ صلعم کوئی بات اپنی طرف سے بغیر وحی (حکم الٰہی کے) نہیں کہتے۔ اس آئمہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ممانعت اعراس حسب الحکم جناب باری تعالیٰ شانہ صادر ہوئی ہے جس کی تعمیل ہم سب مسلمانوں پر بہر آئینہ فرض ہے۔ ع

ایں ہمہ از گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

بزرگوں کا ایصال ثواب کھانے پر ہی منحصر ہے تو جس وقت موقع ملے اللہ تعالیٰ کے نام نامی پر کھانا پکا کر اس کا ثواب بزرگان دین کے ارواح طیبہ کو پہنچائیں۔ اور کھانا غربا و مساکین کو کھلائیں۔ باقی صندل کشتی و چراغوں اور دیگر غیر شرعی لہو لعب سے توبہ کریں اور تمام مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ایسے ممنوعہ رسم میں حسب فرمان الٰہی وَلَا تَعَاوَنُوا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی گناہوں اور زائید از شریعت کاموں میں مدد یعنی شرکت تک نہ کریں۔

۲۔ آجکل اخباروں کے ذریعہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہندو مسلمان جاترہ و عرس منانا چھوڑ کر (ڈے) یوم یعنی دن منا رہے ہیں جیسے اقبال ڈے۔ اکبر ڈے۔ ٹیگور ڈے وغیرہ۔ یہ یورپین بدعت بجائے ہندوستانی بدعت کے روز بروز

ترقی پذیر ہو رہی ہے۔ جس سے نہ صاحب ڈے ہی کو کوئی نفع ہے اور نہ عامۃ الناس کا۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مسلمانوں کے اس افلاسی زمانے میں ان تقاریب (اعراس و ڈے ہیں) میں جو رقومات لایعنی صرف ہو رہے ہیں وہ سب ایک جگہ جمع کرکے اس سے یتیموں کی نگہداشت کی جاتی اور انہیں حفظ قرآن مجید و دینی تعلیم دلائی جائے، تاکہ یتیم اغیار کے دست بردسے محفوظ رہیں اور اس تعلیم سے جبتک وہ زندہ رہیں گے ان کا ثواب ابدلاباد صاحبان مزار و القبور کو ملتا رہے گا۔ اور جو حضرات اس کار خیر کے اجرا میں عملی حصہ لیں گے انہیں بھی پروردگار عالم اجر عظیم عطا فرمائے گا ؎

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

منّت و نیاز و نذر اور اُس کا کھانا

نذر کے معنی عہد و پیمان، اور نیاز کے معنی خواہش و آرزو اور منت کے معنی وعدہ جو خدائے پاک سے کیا جائے جیسے کوئی بیمار یہ دعا کرے کہ اے بار خدایا اگر میں صحت پاؤں تو تیرے نام پر بارہ مسکینوں کو کھلاؤں گا تو بعد صحت مسکینوں کو کھلانا واجب ہوا اگر نہ کھلائے تو گنہگار ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ایک غیر واجب عبادت کو اپنے پر واجب کرلینے کو نذر کہتے ہیں۔

۲۔ نیاز۔ نذر۔ منت۔ شرعاً سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی سزاوار ہیں کہ وہ

سب کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ رازق بھی ہے اور دھن دولت وآل واولاد سے
سرفراز فرمایا عزت وآبرو دیا صحت وعافیت بخشا۔ منہ مانگی مرادیں بر لاتا۔ اور
آئندہ مانگنے پر دینے کا وعدہ فرماتا جیسے کہ اس کا ارشاد ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ
یعنی تم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اور حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز
تم خدا ہی سے مانگو حتیٰ کہ اگر تمہارے نعلین کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اوسی سے
مانگو۔ چنانچہ امجد صاحب نے اپنی ایک رباعی میں کس عمدگی سے اس کو ادا کیا ہے ؎

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو ؎ منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو ؎ بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

یہ سب کو معلوم ہے کہ اسی قادر مطلق کے ید قدرت میں دنیا وآخرت کا نفع
ونقصان سب کچھ وابستہ ہے اور اس کی کار فرمائی میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ مگر
بایں ہمہ مسلمان کچھ تو لاعلمی اور زیادہ تر ظلمت صحبت ہم نشینوں کی وجہ سے ان کے
دیکھا دیکھی یہ بھی اپنے بزرگان دین کی منت ونذر مانتے ہیں اگر ان سے کہا جائے
کہ منت ونذر ونیاز سب اللہ تعالیٰ کے ہی شایان شان ہے اور غیر اللہ کے لئے
یہہ اگر ادا ہوں تو شرک ہے۔ ؎

خدا سے اور بزرگوں سے بھی منگنا ؎ یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

تو اس پر یہ جواب ملتا ہے کہ بزرگان دین گو خدا نہیں مگر یہ خاصان خدا اور خدا
کے لاڈلے ہونے سے جو وہ چاہتے ہیں کر گذرتے اور ہماری مرادیں خدا سے
سفارش کرکے پوری کراتے ہیں ؎

خاصان خدا۔ خدا نباشند ؎ لیکن ز خدا جدا نباشند

بیشک جو خاصانِ خدا ہیں وہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق اور اطاعت باری تعالیٰ میں بدل مصروف رہتے ہیں اور وہ ہر کام اس کے رضامندی کا بجا لاکر ہمہ تن اس کے ہو جاتے ہیں مگر۔ ع۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

خدا سے جدا ہونے کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ خدائی میں تصرف کرکے ما و شما کے مرادیں خدا سے سفارش کر کے بر لائیں۔ یہ حضرات دربارِ الٰہی میں بغیر اس کے رضامندی واذن کے لب تک نہیں ہلا سکتے۔

بزرگان دین کے سوانح حیات وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی بزرگ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم خدائی کارخانہ کے مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کرکے تمہارے منہ مانگی مرادیں دلادیں گے۔ بلکہ یہ حضرات خدائے پاک سے ہمیشہ خائف اور ہر کام میں پابند شریعت۔ اپنے مریدوں اور معتقدوں کو بھی یہی سمجھایا جاتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہی ہر سختی کو آسان کرنے والا۔ رزق واولاد دینے والا سب اس کے بندے اور اسی کے محتاج ہیں کوئی کام خلاف شرع نہ کرو۔ جو کوئی راہ سنت چھوڑا گمراہ ہوا۔

خلافِ پیمبر کسی راہ گزید ؎ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

خوش اخلاق وسلیم مزاج ایسے کہ اپنے تو اپنے بت پرستوں نے اپنے بت خانوں کو توڑ کر مشرف باسلام ہوئے۔

مگر افسوس کہ ان لاعلم مسلمانوں نے بزرگان دین کے نام پر ایسے ایسے

خلاف شرع کام کرکے بمصداق مرشد می پرند مریداں می پرانند ایسی بلند پروازیاں
کیں کہ شرک کے دلدل میں پھنس گئے ؎

ناموں کو ہادیوں کے بے انتہا جھنجوڑا ؛ یاروں نے بت شکن کو بت ہی بنا کے چھوڑا
(اکبر مرحوم)

مجھ پر پاکھال والے صاحب حضرت سید شاہ محی الدین بادشاہ صاحب قادری علیہ الرحمہ
کی بڑی مہربانی و عنایت رہا کرتی تھی اس لئے میں بھی ہمیشہ حضرت کے خدمت میں
حاضر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت کے خدمت فیضدرجت
میں فوج کے ایک بہت بڑے سپاہ سالار حاضر ہوئے اور اثنائے گفتگو میں
عرض کئے کہ حضرت وقت خاص میں میرے لئے دعا فرمائیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ میاں تم سے مجھ سے
کیا تعلق۔ تم کس جھاڑ کی مولی اور کس جھاڑ کے پتوئے ہو؟ کیا میں خدائی
کارخانہ کا مختار ہوں کہ جس کے لئے جو چاہوں دعا کر بیٹھوں؟ اگر تمہارے
پیٹ میں درد ہے تو تم خود اجوائن کھاؤ تو فائدہ ہوگا۔ اوس کی دعوت
(ادعونی استجب لکم) عام ہے۔ اس کے اجلاس پر کسی کے وکالت کی
ضرورت ہے اور نہ وہاں کوئی مختار۔ دونوں ہاتھ اٹھاؤ رب العزت سے
جو چاہو مانگ لو۔ اگر تمہارے مقدر میں ہے تو ضرور تمہاری منھ مانگی مراد بر
آئے گی۔ اگر فقیر دعا کرے اور وہ تمہارے مقدر میں نہ ہونے سے بر نہ آئے
تو تم ضرور یہ خیال کروگے کہ فقیر کی دعا کا کچھ اثر نہیں ہوا اور امیر مرحوم کا یہ
شعر پڑھا ؎

ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا ؛ کرتے ہیں عرض آشنا غیر سے التجا عبث

دیکھیئے یہ کیسی سچی سیدھی بات ہے کہ جس کے پیٹ میں درد ہو وہ اجوائن کھائے یعنی جس کو ضرورت ہو وہ اپنی فکر آپ کرے۔ اگر مسلمان اپنے آڑے وقت میں خود جناب باری تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کر کے منت مانے تو انشاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے کہ اس کی منہ مانگی مراد بر آجائے کیونکہ اپنے جیسا کوئی پریشان و دردمند نہیں ہوتا اور ہمیشہ حالت پریشانی کی دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے بخلاف اس کے اگر بزرگان دین سے منت یہ سمجھ کر مانی جائے کہ یہ بزرگ مقصد براری پر قادر ہیں تو یہ اچھا خاصہ شرک ہے۔ ؎

جو غیر خدا کو مانتا ہو قادر ✽ اکبر بخدا کہ وہ مسلمان نہیں

ایسے ہی عقائد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ہ (سورۂ یوسف) ترجمہ۔ اور نہیں ایمان لائے بہت لوگ اللہ تعالیٰ پر حالانکہ وہ مشرکوں سے ہیں۔

یعنی وہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ سب کا مالک و خالق وغیرہ خدا ہی ہے پھر اوروں کو بھی قادر سمجھتے ہیں۔

۲۔ یا اگر مرادمند بزرگان دین سے خدائے پاک کے دربار میں بذریعہ دعا سفارش کرانا چاہتا ہے تو تب بھی اس کا پایہ توحید سے ڈھل گیا۔ چنانچہ زمانہ جہالت میں ایسے ہی عقیدے پر اللہ تعالیٰ بعتاب ارشاد فرماتا ہے کہ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے (مانتے) ہیں کہ جو نہ اُن کا نقصان کرتے اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں (دریافت کیجئے لے محمد صلعم) اُن سے کہ کیا بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں پس اللہ تعالیٰ اُن کے ایسے شرک (مشرکانہ عقیدہ) سے پاک ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے ہمیں پیدا کیا اور رزق وآل واولاد وہن دولت سے مالا مال فرمایا پھر اس پر یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی ایسوں کی عبادت کہ جن کے قبضہ قدرت میں نفع ہے نہ ضرر اور نہ کوئی بارگاہِ الٰہی میں سفارش کرنے کا مجاز۔ بیشک قابل الزام ہے۔ عبادت صرف نماز روزہ حج وزکواۃ پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ ہر حکم الٰہی خواہ وہ عبادت سے متعلق ہو یا معاملات سے سب احکام الٰہی کی پوری پوری تعمیل و پابندی ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور ہر قسم کی عبادت پروردگار عالم کے لئے ہی شایان شان ہے چنانچہ ہم ہر نماز میں اقرار کیا کرتے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے (ہر کام میں) مدد چاہتے ہیں۔ جب ہماری ہر عبادت اور ہر کام کی اجرائی کا دارومدار ذات باری تعالیٰ شانہٗ سے ہی وابستہ ہے تو پھر اُس کے سوا دوسروں کے ساتھ خدائی فریضہ کا ادا کرنا بالکل خلاف اقرار اور مستوجب عتاب وسزا ہے۔ اگر ہم احکامات الٰہی کی تعمیل پوری کریں تو وہ خود بھی براہ بندہ نوازی وعدہ فرماتا ہے کہ تم بالراست جو ہم سے مانگو گے وہ ہم نہیں دیں گے۔ (اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)

دیکھئے دنیاء فانی میں ہم اور ہمارے سب خورد و بزرگ فانی۔ اور ہمارے مرادیں

وتمنائیں اور تمام آرزوئیں جو لہو لعب سے کم نہیں دم نکلتے ہی سب ختم ہیں
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بخلاف اس کے دین یعنی آخرت ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں ابدالآباد رہنا ہوگا۔ اگر نیک ہیں تو گونہ گوں نعمتیں و لذتیں حاصل ہوں گے اور وہاں نیکی پر جزاء اور بدی پر سزا صادر ہوگی اور دنیا ہی میں آخرت کے سنوارنے کا موقع ہے۔ اگر یہاں سینما و تماشہ بینی میں گذری تو یاد رہے کہ وہاں کف افسوس ملنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں جو تخم عمل بویا جائے گا دہی وہاں درو کرنا ہوگا۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَة

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

عمل کے ساتھ ساتھ علم کا ہونا بھی لازم و ملزوم ہے اگر علم نہ ہو تو عمل صحیح نہ ہو سکے گا۔ اور علم بغیر کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کئے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بزرگان دین ہمیں علم سکھلا کر خدائے پاک کی رضامندی کا راستہ بتلاتے اور گمراہوں کو صراط مستقیم پر چلاتے ہیں۔

چنانچہ ہم نماز کی ہر رکعت میں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کہتے ہیں اس راستہ پر چلنے کی ہدایت فرما جن پر تو نے اپنی نعمت نازل فرمائی۔ اس سے ثابت ہے کہ بزرگان دین ہمارے ہادی و پیشوا ہیں اگر ہم ان بزرگوں کے طور و طریق پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور ملے گا فہو المراد

تعلیم مذہبی کا نتیجہ ہی تو ہے دسیل گیا آ ہے جسے اللہ ملیا (ابو روم)

اب غور کریں وہ لوگ جو بزرگان دین سے روزی روزگار آل و اولاد وغیرہ

کے لئے منتیں مرادیں مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ملنا بڑھکر ہے یا فانی اولاد وغیرہ کا
بیشک بزرگان دین آفتاب علم وعمل ہیں جن کے نورانی کرنوں سے بندگان
خدا منور ہو کر وصل حق ہوا کرتے ہیں۔ علامہ اکبر مرحوم نے اس مسئلہ پر کیسی اچھی
روشنی ڈالی ہے ؎

کیا شک ہے آفتاب کے شان و جلال میں ✽ روشن تر اس سے کونسی شئے ہے خیال میں
لیکن نہیں وہ کچھ بھی موثر پس از غروب ✽ لازم ہے غور کیجئے اس مسئلہ پہ خوب
ہرچند تم خیال کرو آفتاب کا ✽ گوشہ کبھی اٹھ سکے گا نہ شب کی نقاب کا
پوجو گے اس کو تب بھی وہ پھیرا نہ جائیگا ✽ اس کو پکارنے سے اندھیرا نہ جائے گا
انساں کا حال بھی مرے نزدیک ہے یہی ✽ تحقیق کی نظر ہو تو کرو ٹھیک ہے یہی
کتنا ہی کوئی صاحب اوج و کمال ہو ✽ کتنا ہی با اثر ہو کہ عالی خیال ہو
جب کر گیا جہاں سے وہ ملک عدم کو کوچ ✽ پھر اس سے کچھ مدد کا تصور ہے ہیچ و پوچ
قیوم وحی ذات ہے اللہ کی فقط ✽ زندہ ہمیشہ بات ہے اللہ کی فقط
سن لو کہ اتباع و ادب اور چیز ہے ✽ مطلب کی لیکن ان سے طلب اور چیز ہے
آزردہ کوئی شیخ ہو یا برہمن خفا
حقانیت یہی ہے یہی ٹھیک فلسفا

الغرض بزرگان دین (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے) صرف ہمیں
تعلیم اسلام سے ہی مشرف نہیں فرمایا بلکہ ہمیں ایسے طریقے سکھلائے کہ جن سے
خداوند تبارک وتعالیٰ راضی ہو کر حیات ابدی و نجات سرمدی سے سرفراز
فرمائے۔ ایسے محسنوں کے ادائی احسان کے لئے ہم بے نواؤں کے پاس
بجز دعا خیر کے اور کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم اپنے

دعا مغفرت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی دعا مغفرت کیا کرو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ اے ہمارے رب بخش ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایمان والوں کی طرف سے نہ ڈال ہمارے دلوں میں غل وغش یعنی کجی۔ (نہ ہم انہیں اپنے جیسا بندہ سمجھیں نہ تیرے جیسا خدا) اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

فتاوے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس نیاز ونذر منت اور اس کے کھانے کے متعلق؟

اس کے متعلق خلاصہ فتاوے ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ نیاز ونذر کے حسن وقبح معلوم ہوسکے۔

الف۔ خلاصہ فتوٰی نواب قطب الدین حنفی دہلوی علیہ الرحمہ شارح مشکوٰۃ شریف اپنی شرح موسوم بہ مظاہر حق کے صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۱ مطبوعہ مطبع نولکشور بحوالہ فتاوائے عالمگیری ومائۃ مسائل مصنفہ مولانا اسحاق صاحب حنفی علیہ الرحمہ وبحر الرائق ودر مختار ونقل فتوٰی مولانا رشید الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میری یہ حاجت بر آئے تو فلانے ولی کے نام پر اس قدر کھانا کھلاؤں گا یا اس قدر نقد دوں گا تو ایسی نذر بالاجماع باطل اور اس کا کھانا حرام ہے۔ البتہ یہ نذر کرے

کہ اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت بر لائے تو فلاں ولی کے مزار کے خدام وفقراء کو کھانا کھلاؤں گا تو یہ نذر صحیح ہوگی اور اس کو پورا کرنا لازم ہوگا مگر خدام وفقراء کی قید باقی نہ رہے گی۔ جس فقیر کو کھلائے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

(ب) خلاصہ فتویٰ مولانا رشید الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ جس کا حوالہ نواب قطب الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ نے دیا ہے وہ یہ کہ جو لوگ بزرگان دین کے تقرب و یا برآمدی حاجات کے لئے نذر و نیاز و منت مانتے ہیں وہ بموجب احکام شرع شریف نا جائز اور کھانا اس کا مطلقاً ناروا اور بخلاف اس کے قربت الٰہی کے لئے نیاز کی جائے اور ثواب اس کا کسی بزرگ کو بخشا جائے تو اس کا کھانا اغنیاء کو نا جائز اگر ایصال ثواب عام مومنین کا ہو تو کھانا اس کا ہر بھوکے کو جائز ہے خواہ وہ امیر ہو یا فقیر۔

۲۔ دلیل الصالحین میں لکھا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی بھی نذر نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے انبیاء علیہ السلام یا کسی ولی کی نذر مانی تو اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں اگر وہ پوری کی جائے تو اس کا کھانا ناجائز۔ اگر جانور ذبح کیا جائے تو جانور مردار۔ اگر بسم اللہ بھی کہکر کاٹے تو کافر ہو جائے۔ اگر نذر کرے کوئی اللہ تعالیٰ کی اور اس کا ثواب کسی ولی یا آدمی کو بخشے تو یہ حلال و جائز ہے (مگر اس کے مستحق محتاج)

ج۔ خلاصہ فتویٰ فارسی مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ اگر کوئی شخص کسی جاندار کو کسی کی منت ٹھہرائے تو وہ جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کی منت کا کھانا اور اولیاء کی درگاہوں میں بھجوایا ہوا کھانا

جس میں غیر اللہ کی نیت ہے اس لئے اس کا کھانا قریب قریب حرام کے ہی جیسے شیخ سدو کے گلگلے اور بو علی قلندر کے سہمنی وغیرہ مردوں کا نان حلوہ جو ایصال ثواب کے لئے کیا جائے۔ اگر اس کو اور کھانوں کی طرح متبرک نہ سمجھیں تو محتاجوں کو دیدیں تو ثواب کی امید ہے۔

۲۔ عاشورہ میں حلوہ کے قاب تعزیہ وغیرہ کے تخت پر رکھکر صبح آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس یہ بہ سبب تعزیہ وغیرہ کے بلکہ حقیقی قبور کے آگے رکھنے سے بھی کفار وبت پرستوں کی مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے اس کے کھانے میں کراہت (تحریمی) ہے۔

باری تعالیٰ شانہٗ کا فرمان واجب الاذعان

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۗ (سورۂ انعام پارہ ۸) (ترجمہ) اور مت کھاؤ اس چیز سے (چیز میں جانور اور ہر کھانے کی چیز داخل ہے) جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا (اللہ کا نام خالص دل میں اور زبان سے لیا جائے یعنی نیت میں بھی اللہ ہی کے واسطے ہو اور بظاہر بھی بسم اللہ کہی جائے) اور اگر ایسا ہو تو یقیناً فسق ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے) اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے بیکار جھگڑا کریں۔ اور اگر (خدانخواستہ) تم ان لوگوں کی اطاعت (عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

خاتمہ

خاتمہ پر اس قدر عرض ہے کہ میں نے خوف خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اور اپنے متعلقین کے اصلاحِ حال کے لئے رسوم الاسلام قرآن مجید۔ حدیث شریف۔ حتی الامکان ایک جگہ جمع کر کے اس کا نام رسوم المسلمین رکھا مگر احباب کی فرمائش و تقاضہ پر آپ حضرات کے ملاحظہ میں بھی پیش کر رہا ہوں۔ آپ حضرات بھی موجودہ ایری غیری منگھڑت رسوم پر غور اور اسلامی رسوم سے مقابلہ کریں کہ یہ کس قدر دور از شریعت ہیں۔ پہلے تو فی زمانا مسلمان ہی اس قابل نہیں رہے کہ وہ جا بیجا مصارف برداشت کریں۔ گیا وہ زمانہ۔ جب مسلمانوں کے پاس زر و جواہر کی گنگا جمنا بہ رہی تھی۔ مگر اب تو مسلمانوں کی جو تباہ حالت ہے وہ بچہ بچہ پر اظہر من الشمس ہے۔ آمدنی محدود مگر اخراجات غیر محدود اور اس پر غیر شرعی رسوم تو انہیں اور تباہ و تاراج کر دیا۔ اگر ایسی خستہ حالی میں بھی یہ نہ سنبھلیں تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق پورا ہوگا۔ یعنی دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اُمید ہے کہ آپ حضرات صحیح و سچی بات کے قبول کرنے میں دریغ

نہ فرمائیں گے۔ براہ کرم آپ ملاحظہ فرمائیں۔ بھائی بندوں دوست احباب خواہ وہ ذکور ہوں یا اناث سب کو دکھائیں۔ سنائیں پڑھائیں دارین کا فائدہ اٹھائیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

من انچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم ٭ توخواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

۲۔ میں علمایان عالی مقام سے اُمیدوار ہوں کہ اگر اس رسالہ میں کہیں کوئی غلطی ملاحظہ فرمائیں تو مجھے مطلع فرمادیں تاکہ میں اس کی اصلاح بہ تشکر و امتنان کرسکوں۔

دُعَاء

اے بار الٰہا ہم دنیا کے منگھڑت رسم ورواج میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ بغیر تیری مدد کے اس سے نکلنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ تُو ہمیں راہ اسلام پر چلنے اور سنّت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم گناہگار بندے تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں تو ہمیں خیر الاُمت کے خطاب سے سرفراز فرمایا اس کی لاج تیرے ہی یدِ قُدرت میں ہے۔

ایک بار ہمیں سنبھال دے اور میری اس تالیف کو قبول فرما کر میرے لئے باقیات الصالحات فرما اور میرے والدین۔ میرے اوستاد و مرشد و بھائی اور دُوست احباب وغیرہ

کو بخش دے، آمین ثم آمین ۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

خادم المسلمین
ابو المجد محمد عماد الدین عفی عنہ

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقریظ ماہر حقائق دین متین حضرت مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب ساکن دریچہ پواہیرا دام اللہ برکاتہ وظلہ

رسالہ رسوم المسلمین مولفہ عالیجناب مولانا مولوی ابو المجد محمد عماد الدین صاحب کو میں نے من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ یہہ تالیف ضرور قابل قدر اور اس کا ایک ایک لفظ توحید وسنت کی دعوت دے رہا ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں یہہ مذہبی رسالہ بالکل نئی تالیف ہے جو لوح قلب پر کندہ کرنے کے لائق اور ہر مسلمان پر اس کی تعمیل فرض عین ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل اور مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عبد الحی

۹ صفر المظفر ۱۳۶۲ھ

روز دو شنبہ

مصنف کتاب ہذا کی دیگر مطبوعات بھی ملاحظہ کیجئے

تنظیم المسلمین ۔ مسلمانوں کی تنظیم کس طرح ہوسکتی ہے مصنف نے قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب کی تکمیل کی ہے

دار المطالعہ المسلمین ۔ دار المطالعہ کیسا ہونا چاہیئے ۔ بالتفصیل مصنف نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے

لباس المسلمین ۔ درحقیقت لباس ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وضع سے صحیح قومی تہذیب کا خاکہ دکھائی دیتا ہے ۔ ذرا سی تبدیلی سے معاشی اور تمدنی جو نقصانات ہوتے ہیں اس کا اندازہ کچھ وہی دل کرسکتا ہے جو اپنے میں احساس خودداری اور اللہ اور اللہ والوں کی محبت رکھتا ہے ۔ یہ کتاب بھٹکے ہوؤں کے لئے مشعل راہ ہے ۔

زیر طبع کتب

طعام المسلمین ــــــــ مسلمانوں کا کھانا ــــــــ

کسب المسلمین ــــــــ مسلمانوں کی کمائی ــــــــ

صید المسلمین ــــــــ مسلمانوں کا شکار ــــــــ

یہ تمام کتب حسب ذیل پتہ سے خط لکھ کر منگوائیے

ابو المجد محمد عماد الدین مجد مددگار تعلقدار وظیفہ یاب حسن خدمت وسابق مہتمم محلات مبارک

رن سست پورہ حیدرآباد دکن